سوانح

حضرت قاری سلیم فضل کریم صاحب رح

⊙

مرتبہ

حافظ قاری فیوض الرحمٰن ایم اے امتیازی (عربی، اسلامیات، اردو، فارسی)
صدر شعبۂ اسلامیات گورنمنٹ کالج ایبٹ آباد ضلع ہزارہ صوبہ سرحد

AL - MASHRAQ PUBLISHERS LAHORE.

Marfat.com

نام کتاب : سوانح حضرت قاری فضل کریم صاحبؒ

ناشر :- مجلس ابنائے قدیم

مدرسہ تجوید القرآن ـــــــ کوچہ کندی گراں، لاہور

تالیف : حافظ قاری فیوض الرحمٰن ایم اے۔

۱۹۸۰ء ــــ تعداد ـــــ ایک ہزار

قیمت :- ایک روپیہ پچاس پیسے

کتابت : نجیب احمد سلیم مسجد مبارک اسلامیہ کالج

ریلوے روڈ لاہور

مطبع :- ایف، ایچ آرٹ پرنٹرز

۷۔ چیمبرلین روڈ۔ لاہور

Marfat.com

انتساب

ان مقدس قرآنی شخصیتوں اور جاں نثاران سرورِ کونین (صلی اللہ علیہ وسلم) کے نام جو نبوتِ خاتمہ اور رسالتِ عامہ کے عینی شاہد، عادل اور ثقہ ہیں، نقد وجرح سے بالاتر اور معیارِ حق ہیں۔ جو اپنا مال، اپنی اولاد جان، زبان اور تلوار سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حمایت و نصرت کا حق ادا کر کے رضائے الٰہی کی ڈگری دنیا ہی میں لے چکے ہیں۔ جن کی محبت و عقیدت اور پُرخلوص اتباع پوری امت کے لیے باعثِ نجات ہے

اعفۃ ذکرت فی الوحی عفتہم (سیدنا حسانؓ)
لا یطبعون ولا یر دیہم الطمع

Marfat.com

DATA ENTERED

۲۹۷،۶۹۲
ف ۲ ۷ س

۱۷۸۰۳

فہرستِ مضامین

نمبر شمار	عنوانات	لکھنے والے	صفحہ
۱	دیباچہ	قاری محمد عارف ایم اے	۵
۲	کچھ اس کتاب کے بارے میں	قاری محمد عارف ایم اے	۲۶
۳	حضرت قاری صاحبؒ کے مختصر حالات	مس ام کلثوم دختر حضرت قاری صاحب	۳۲
۴	حضرت قاری صاحبؒ	قاری افضال الحق صاحب	۵۹
۵	یا استاذیؒ	حافظ قاری عبد المجید صاحب	۶۷
۶	حافظ قاری فضل کریم صاحبؒ	جناب احمد خالد عمر صاحب ایم اے	۷۱
۷	یادِ استاذ المکرمؒ	قاری محمد اقبال صاحب	۷۵
۸	حضرت قاری صاحبؒ کے بارے میں چند تاثرات	حافظ قاری فیوض الرحمٰن ایم اے	۷۹
۹	آہ! قاری فضل کریم صاحبؒ	حضرت مولانا قاری اظہار احمد صاحب تھانوی	۹
۱۰	یادِ اکابر	حضرت مولانا قاری محمد شریف صاحب	۷
۱۱	قاری صاحبؒ کے چند تلامذہ		۶

دیباچہ

الحمد للہ الذی اعزنا بکتابہ العظیم والصلوٰۃ و
والسلام علیٰ خاتم الانبیاء والمرسلین وعلی الہٖ
واصحابہٖ واتباعہم الذین بلغونا الکتاب المبین و
علی الذین یحفظونہ الی یوم الدین

زیرِ نظر کتاب حضرت قاری فضل کریم صاحب کے حالاتِ زندگی اور خدماتِ قرآنیہ سے متعلق، اکابر و احباب کے چند مضامین کا مجموعہ ہے اس کتاب کا دیباچہ لکھنے کے لیے برادرِ محترم قاری فیوض الرحمٰن نے مجھ سے تاکیداً فرمائش کی، میں اس لیے متامل رہا کہ نہ حافظ ہوں، نہ عالم نہ قاری، لیکن عزیز مکرم نے پیچھا نہ چھوڑا اور آخر کار اس سعادت میں میرے جیسے نالائق کو بھی شریک کر لیا۔

اس دیباچہ میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ حفاظ، قراء اور علماء کی عزت قرآن مجید ہی کی عظمت کی وجہ سے ہے اور وہ بچہ جو معذور اور کس مپرسی کے عالم میں تھا، اس کی شخصیت قرآن کی بدولت ایسی مشہور ہوئی کہ طلباء اور قراء بڑے قاری صاحب کہہ کر پکارنے لگے۔ ہم عظمتِ قرآن لکھنے کے بعد، قاری صاحب کی شخصیت کے بارے میں بھی کچھ وضاحت کریں گے۔ اور یہ بھی ثابت کریں گے کہ آپ کو قرآن مجید نے ہی بڑا بنایا۔

Marfat.com

عظمتِ قرآن

دراصل یہ قرآن مجید، اللہ تعالیٰ کا عزت والا کلام ہے۔ حق تعالیٰ نے جبریل امین کے ذریعے اسے، رسولِ امین صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل فرمایا۔ اس کے مخاطبینِ اولین عرب تھے۔ نزولِ قرآن سے پہلے ان لوگوں میں تقریباً تمام جرائم موجود تھے۔ شراب پیتے، ڈاکے ڈالتے، جوا کھیلتے اور آپس میں ایک دوسرے کو معمولی معمولی باتوں پر قتل کرتے، بچیوں کو زندہ درگور کر دیتے اور بتوں کی پرستش کرتے تھے۔

یہ لوگ علم و حکمت سے عاری تھے۔ تہذیب و تمدن سے ناآشنا تھے۔ جہانگیری اور جہانبانی کے طریقوں سے بالکل بے خبر تھے، بلکہ وہ ایسے تھے، جنہیں اس وقت کی متمدن حکومتیں اپنی رعایا بنانا بھی پسند نہ کرتی تھیں۔

اللہ تعالیٰ نے ان ہی لوگوں میں، اپنے آخری پیغمبر جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث فرمایا اور آپ پر اپنا عزیز کلام اتارا۔ جو لوگ اس کلام پر ایمان لائے وہ اعلیٰ درجے کے شائستہ، مہذب اور متمدن بن گئے، جن کے ہاتھوں عزت و آبرو برباد ہوتی تھی، وہ عزتوں اور آبروؤں کے محافظ بن گئے۔ رہزن، رہبر بنے، جو ان پڑھ تھے انہوں نے علوم کے دفتر تیار کر دیے اور اسی کتاب کی بدولت صحرا نوردوں کے دماغ منور اور روشن ہوئے۔

رہزناں از حفظِ او رہبر شدند
از کتابے صاحبِ دفتر شدند

Marfat.com

دشت پیمایاں ز تاب یک چراغ
صد تجلی از علوم اندر دماغ

ان کا تزکیہ ہوا۔ انہوں نے دائمی امن و سلامتی کا قرآنی پیغام دوسری قوموں تک پہنچایا۔ جس نے تسلیم کیا، معزز ہوا اور جس نے مقابلہ کیا، ذلیل ہوا۔

رومی شہنشاہوں اور کیانی فرمانرواؤں کی باطل طاقتوں نے اس پیغام الٰہی کو روکنے کے لیے ایڑی چوٹی کا زور لگایا۔ مگر ناکام رہیں۔ ان حاملین قرآن نے باطل قوتوں کو پاش پاش کر دیا۔ دشت ان کے تابع ہوئے۔ دریاؤں نے ان کے لیے راستے صاف کر دیے۔

دشت تو دشت دریا بھی نہ چھوڑے ہم نے
بحرِ ظلمات میں دوڑا دیے گھوڑے ہم نے

قادسیہ کے میدان میں ایرانی عظمت ختم ہوئی۔ وہ محلات، باغات، چشمے، کھیت اور صحت افزا مقامات جن میں خدا کے باغی رنگ رلیاں منایا کرتے تھے چھوڑ کر بھاگ گئے اور متبعینِ قرآن ان کے وارث بنے۔

كَمْ تَرَكُوْا مِنْ جَنّٰتٍ وَّعُيُوْنٍ ۝ وَّزُرُوْعٍ وَّمَقَامٍ كَرِيْمٍ ۝ وَّنَعْمَةٍ كَانُوْا فِيْهَا فٰكِهِيْنَ ۝ كَذٰلِكَ وَاَوْرَثْنٰهَا قَوْمًا اٰخَرِيْنَ ۝ فَمَا بَكَتْ عَلَيْهِمُ السَّمَآءُ وَالْاَرْضُ وَمَا كَانُوْا مُنْظَرِيْنَ ۝ (سورہ دخان)

ایرانیوں کی شکستِ فاش پر، ایران محلات میں داخل ہوتے ہوئے، فاتحِ ایران سیدنا حضرت سعد بن وقاص رض کی آنکھوں میں آنسو آگئے اور

زبان پر بے ساختہ یہی مذکورہ بالا آیات جاری ہوگئیں۔

اسی طرح یرموک کے کنارے رومی سطوت و جبروت بھی تباہ و برباد ہوگئی اور بالآخر مسلمان قیصر و کسریٰ کے تخت کے مالک بن گئے۔ جس طرف بھی مسلمانوں نے رُخ کیا، کامیاب ہوئے اور دنیا کی کوئی بھی طاقت اسلام کے سیلاب کو نہ روک سکی ؎

مغرب کی وادیوں میں گونجی اذاں ہماری
تھمتا نہ تھا کسی سے سیلِ رواں ہمارا

یہ تمام فتوحات قرآن مجید کی بدولت تھیں۔ جب تک مسلمان اجتماعی طور پر، قرآن کو مضبوطی سے پکڑے رہے کامیابیاں ان کے قدم چومتی رہیں۔ بڑی غالب ہے یہ کتاب اور نہایت عزت والی ہے۔ سچ فرمایا اللہ تعالیٰ نے وَ اِنَّهٗ لَكِتٰبٌ عَزِيْزٌ ۝

قرآن کتابِ عزیز ہے

بلاشک و شبہ قرآن عزت والا ہے۔ علماء نے عزیز کے دو معنی لکھے ہیں زبردست اور عزت والا۔ یہ قرآن زبردست بھی ہے اور عزت والا بھی ہے۔ اس کے غلبہ، زور اور طاقت کا یہ عالم ہے کہ عرب کے فصحاء و بلغاء بلکہ تمام مخلوق کو، مقابلہ کے لیے چیلنج دے رہا ہے۔ قرآن کا مثل لاؤ۔ دس سورتیں ہی بنا لو۔ اس جیسی ایک سورہ ہی لے آؤ۔ لیکن ایسا کبھی نہیں ہو سکے گا۔

قُلْ لَّئِنِ اجْتَمَعَتِ الْاِنْسُ وَالْجِنُّ عَلٰٓى اَنْ يَّاْتُوْا بِمِثْلِ

Marfat.com

هٰذَا الْقُرْاٰنِ لَا يَاْتُوْنَ بِمِثْلِهٖ وَلَوْ كَانَ بَعْضُهُمْ عَلٰى
بَعْضٍ ظَهِيْرًا ○ (سورہ بنی اسرائیل)

ایک اور مقام پر دس سورتیں پیش کرنے کی تحدی کی

اَمْ يَقُوْلُوْنَ افْتَرٰىهُ قُلْ فَاْتُوْا بِعَشْرِ سُوَرٍ مِّثْلِهٖ
مُفْتَرَيٰتٍ وَّادْعُوْا مَنِ اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ
كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ○ (سورہ ھود)

ایک جگہ صرف ایک سورت کے مقابلہ کے لیے بلایا۔

قُلْ فَاْتُوْا بِسُوْرَةٍ مِّنْ مِّثْلِهٖ وَادْعُوْا شُهَدَآءَكُمْ مِّنْ
دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ○ (سورہ بقرہ)

کتاب کی قوت کا اندازہ لگائیے کہ عربوں کو (جو اپنے سوا پوری دنیا کے انسانوں کو گونگا سمجھتے تھے۔) مقابلہ کی دعوت دی جا رہی ہے کہ تمام انسانوں جنوں اور اپنے معبودانِ باطلہ کو جمع کر کے لائیں اور ساتھ ہی قیامت تک منکرین کی شکستِ فاش کی پیش گوئی بھی فرما دی ہے۔

"تاریخ گواہ ہے کہ عربوں نے اپنے مال قرآن کے مقابلہ میں خرچ کیے، اپنے بیٹے میدان جنگ میں کٹواتے اور خود بھی مسلمانوں کی تلواروں کے سامنے آکھڑے ہوئے، مگر اتنا نہ کر سکے کہ تردید میں اِنَّآ اَعْطَيْنٰكَ الْكَوْثَرَ○ کی مانند ایک سورۃ ہی بنا لاتے۔

ان کے بعد ہر دور میں عربی زبان کے ماہر اور فاضل غیر مسلم پیدا ہوتے رہے۔ بڑے بڑے شاعر پیدا ہوئے۔ اشعار کے دیوان مرتب کیے۔ بڑے

Marfat.com

کامل ادیب اور ماہرینِ لغت آئے۔ جنہوں نے عربی لغت پر بڑی بڑی ضخیم کتابیں لکھیں لیکن قرآن کا مقابلہ نہ کرسکے۔

اس ایٹمی اور سائنسی دور میں بھی جب کہ سائنس دان خشکیوں، دریاؤں، فضاؤں اور خلاؤں کو فتح کر کے چاند کی دنیا میں قدم رکھ چکے ہیں۔ قرآن کی ایک چھوٹی سے چھوٹی سورت لانے سے اب بھی عاجز ہیں۔ دنیا کی کسی کتاب نے، آج تک ایسا چیلنج نہیں دیا جیسا کہ قرآن نے دیا ہے۔ پس یہ بڑی زبردست اور غالب کتاب ہے۔

عزیز کے دوسرے معنی "عزت والا" ہیں۔ قرآن مجید سے، دنیا اور آخرت کی عزت ملتی ہے۔ جو بھی شخص ایمان ویقین کے ساتھ قرآن کے قریب آئے گا، عزیز ہو جائے گا۔ اگر مسلمان کا، اس کتابِ عزیز پر مجموعی طور پر عمل ہو گا تو خلافتِ ارضی بھی نصیب ہو گی جیسا کہ ہم پہلے صحابہؓ کرام کے بارے میں لکھ چکے ہیں، اور اخروی سعادتیں بھی حاصل ہوں گی۔ اگر انفرادی عمل ہو تو پھر بھی فائدہ سے خالی نہیں۔ ہمارا مشاہدہ ہے کہ معمولی آدمی جب قرآن مجید کے معانی سمجھنے لگتا ہے تو لوگ اسے مولوی صاحب اور مولانا صاحب کہتے ہیں اور جو شخص قرآن کو یاد کر لیتا ہے تو لوگوں میں حافظ جی مشہور ہو جاتا ہے اور جو قرأت وتجوید سے پڑھ لیتا ہے تو قاری صاحب بن جاتا ہے۔ یہ ساری عزتیں قرآن کی وجہ سے ہیں۔ اگر قرآن مجید کا واسطہ درمیان سے ہٹا دیا جائے تو نہ کوئی مولوی ہے، نہ مولانا، نہ حافظ جی، نہ قاری صاحب۔ واقعی بلاشک وشبہ یہ عزت والی کتاب ہے۔

شاعرِ مشرق علامہ اقبالؒ قرآن مجید کی تلقین کرتے ہوئے فرماتے ہیں:-

برخور از قرآں اگر خواہی ثبات
در ضمیرش دیدہ ام آبِ حیات

مے دہد مارا پیامِ لاتخف
مے رساند بر مقامِ لاتخف

نقشِ قرآں تا دریں عالم نشست
نقش ہائے کاہن و پاپا شکست

فاش گویم آنچہ در دل مضمر است
ایں کتابے نیست چیزے دیگر است

چوں بجاں در رفت، جاں دیگر شود
جاں چو دیگر شد جہاں دیگر شود

کس قدر زور اور تاکید سے علامہ فرماتے ہیں:-

تو ہمی دانی کہ آئینِ تو چیست؟
زیرِ گردوں سرِّ تمکینِ تو چیست

آں کتابِ زندہ قرآنِ حکیم
حکمتِ او لایزال است و قدیم

مثلِ حق پنہان و ہم پیداست ایں
زندہ و پائندہ و گویاست ایں

نوعِ انساں را پیامِ آخریں
حاملِ او رحمۃ للعالمینؐ

رہزناں از حفظ او رہبر شدند
از کتابے صاحبِ دفتر شدند

دشتِ پیمایاں ز تابِ یک چراغ
صد تجلی از علوم اندر دماغ،

ہم مسلمان جو اس وقت مصائب و آفات کا ہدف بنے ہوئے ہیں اور حقیقی کامیابی کے دروازے ہمارے لیے بند ہو چکے ہیں اور ہم اس قدر کمزور ہو چکے ہیں کہ بعض قومیں ہمیں لقمۂ تر خیال کرتے ہوئے نگلنے کی کوشش میں لگی ہوئی ہیں، تو علامہ کہتے ہیں کہ ہماری اس ذلت اور خواری کی وجہ ترکِ قرآن ہے ؎

؎ خوار از مہجوریٔ قرآں شدی ... شکوہ سنج گردش دوراں شدی
اے چو شبنم بر زمیں افتندۂ ... در بغل داری کتاب زندۂ
تا کجا در خاک مے گیری وطن ... رخت بر دار و سر گردوں فگن

اسی کتاب مجید پر عمل کر کے صحابہ معزز اور کامیاب ہوئے اور اس کو چھوڑ کر بعد میں آنے والے ذلیل اور ناکام ہوئے۔

ان اللہ یرفع بھذا الکتاب اقواما و یضع بہ اٰخرین

علامہ فرماتے ہیں کہ:۔

اس کتاب پر عمل کر کے تم اپنی کمزوریاں دور کر سکتے ہو اور اپنے تمام مقاصد میں کامیاب ہو سکتے ہو۔

؎ نسخۂ اسرارِ تکوینِ حیات ... بے ثبات از قوتش گیرد حیات
از تلاوت بر تو حق دارد کتاب ... تو از و کامی کہ می خواہی بیاب

علامہ کا ایمان ہے کہ بغیر قرآں کے مسلمان کی کوئی زندگی نہیں ہے۔ فرماتے ہیں کہ اگر تم مسلمان ہو کر زندہ رہنا چاہتے ہو تو قرآن کے بغیر چارۂ کار نہیں۔

؎ گر تو می خواہی مسلماں زیستن ... نیست ممکن جز بقرآں زیستن

پس ہماری بادشاہت، عزت، حفاظت، بقاء، دوام و ثبات اور زندگی کا دار و مدار اسی کتاب عزیز پر ہے۔

علامہ شاطبی علیہ الرحمۃ نے کتاب کے مقدمہ ہی میں چند نہایت موثر اشعار فضائل قرآن پر لکھے ہیں۔ ترغیبِ قرآن پر بہت عمدہ شعر ہیں۔ ہم انہیں اپنی سعادت اور قارئین کرام کے فائدے کے لیے یہاں نقل کرتے ہیں۔

Marfat.com

حمد وصلوٰۃ کے بعد علامہ شاطبی فرماتے ہیں۔

وَبَعْدُ فَحَبْلُ اللّٰهِ فِينَا كِتَابُهُ ① فَجَاهِدْ بِهِ حِبْلَ الْعِدَا مُتَحَبِّلَا

۱۔ ہمارے لیے خدا کی رسی اس کی کتاب ہے۔ لہذا اے قاری قرآن! اس کتاب کے دلائل و براہین کے ساتھ دشمنوں کے مکر و فریب کی تار و پود بکھیر دے۔ قرآنی دلائل و آیات کے ذریعہ ایسا جال تیار کر کہ جس سے تو شکار کر کے دشمنوں کو حق کی طرف لے آئے۔

وَأَخْلِقْ بِهِ إِذْ لَيْسَ يَخْلُقُ جِدَّةً ② جَدِيدًا مُوَالِيهِ عَلَى الْجِدِّ مُقْبِلَا

۲۔ یعنی قرآن میں جد و جہد کرنا کس قدر لائق تحسین ہے کیونکہ اس کی جدّت کبھی بھی بوسیدہ نہیں ہوتی۔ قرآن سے لگاؤ رکھنے والے حق کے پیکر بن کر اس کی طرف متوجہ رہتے ہیں۔

وَقَارِئُهُ الْمَرْضِيُّ قَرَّ مِثَالُهُ ③ كَالْأُتْرُجِّ حَالَيْهِ مُرِيحًا وَمُوكَلَا

۳۔ یعنی قرآن کا پڑھنے والا مستحسن زندگی کا مالک ہے۔ اس کی قرات کے عمل کی وجہ سے حدیث میں اس کو ترنج سے مشابہ کیا گیا ہے جس میں دوہری خوبیاں ہوتی ہیں۔ خوشبودار اور کھانے میں لذیذ۔

هُوَ الْمُرْتَضَى أَمًّا إِذَا كَانَ أُمَّةً ④ وَيَمَّمَهُ ظِلُّ الرَّزَانَةِ قَنْقَلَا

۴۔ یعنی قاری قرآن جبکہ لوگوں کے لیے پیشوا ثابت ہو تو اپنے مقاصد کے لحاظ سے وہ پسندیدہ الٰہی ہوتا ہے۔ سکینت و وقار، تاج کسریٰ بن کر اس کا ارادہ کرتی ہے۔ کیوں کہ فضائل خیر اس میں بکثرت موجود ہوتے ہیں۔

Marfat.com

هُوَ الحُرُّ إِنْ كَانَ الحَرِيُّ حَوَارِيًا ⑤ لَهُ بِتَحَرٍّ بِهِ إِلَى أَنْ تَنْبَلَا

۵۔ یعنی قاری آزاد ہوتا ہے۔ دنیا کی خواہش اسے غلام نہیں بنا سکتی۔ بشرطیکہ وہ اس کا اہل بھی ہو اور حالت یہ ہے کہ وہ قرآن کا حواری (مددگار) اور اس کی خدمت کرنے میں مرتے دم تک شایانِ شان جد و جہد سے کام لے۔

وَإِنَّ كِتَابَ اللهِ أَوْثَقُ شَافِعٍ ⑥ وَأَغْنَى غَنَاءٍ وَاهِبًا مُتَفَضِّلَا

۶۔ یعنی اللہ کی کتاب اپنے حامل کے لیے بہترین و قابلِ اعتماد سفارش کرنے والی ہے۔ یعنی اس کتابِ پاک کی حالت یہ ہے کہ بقدر کفایت بلکہ مزید فضل کا سامان ثابت ہوتی ہے۔

وَخَيْرُ جَلِيسٍ لَا يُمَلُّ حَدِيثُهُ ⑦ وَتَرْدَادُهُ يَزْدَادُ فِيهِ تَجَمُّلَا

۷۔ یعنی کتاب اللہ بہترین ساتھی اور بہترین انیس ہے۔ اس کی ہم نشینی سے کبھی آدمی تنگ دل نہیں ہو جاتا، نہ اس کے مکالموں سے طبیعت اکتاتی ہے اور اس کا بار بار ورد، اس کے جمال و حسن کے اضافہ کا باعث ہوتا ہے۔

وَحَيْثُ الفَتَى يَرْتَاعُ فِي ظُلُمَاتِهِ ⑧ مِنَ القَبْرِ يَلْقَاهُ سَنًا مُتَهَلِّلَا

۸۔ یعنی اگر قاری، قبر میں، اپنی ظلمتوں اور گناہوں سے گھبرا رہا ہو تو یہ قرآن مجید اس کے لیے روشنی کا سامان بن کر خوش ہوتا ہوا ملے گا۔

هُنَالِكَ يَهْنِيهِ مَقِيلًا وَرَوْضَةً ⑨ وَمِنْ أَجْلِهِ فِي ذِرْوَةِ العِزِّ يُجْتَلَا

Marfat.com

۹۔ یعنی اس وقت قرآن پاک قاری کو مبارک باد دے گا اور اس کی قبر
کے آرامگاہ ہو جانے اور پر عیش باغ میں تبدیل ہو جانے پر مسرت کا پیغام
ثابت ہو گا۔ اور قرآن کی تلاوت کی وجہ سے، قیامت کے دن قاری عزت
کے اعلیٰ مرتبہ پر فائز ہو گا۔

يُنَاشِدُ فِي اِرْضَائِهِ لِحَبِيْبِهٖ ⑩ وَاَجْدِرْ بِهٖ سُؤْلًا اِلَيْهِ مُوَصِّلَا

۱۰۔ یعنی قرآن مجید، اپنے دوست (قاری) کو راضی رکھنے میں اپنی پوری
قوت صرف کرے گا (اس وقت) قاری کو منزلِ مقصود پر پہنچانے میں
یہ قرآن کس قدر قابلِ قدر ثابت ہو گا۔

فَيَا اَيُّهَا الْقَارِىْ بِهٖ مُتَمَسِّكًا ⑪ مُجِلًّا لَهٗ فِيْ كُلِّ حَالٍ مُبَجِّلَا

۱۱۔ اے قرآن کے پڑھنے والے! ان حالات میں کہ تو اس قرآن کو مضبوط
تھامے، ہر حال میں اس کی عزت کرنے اور عظمت پیشِ نظر رکھنے والا ہے۔

هَنِيْئًا مَرِيْئًا وَالِدَاكَ عَلَيْهِمَا ⑫ مَلَابِسُ اَنْوَارٍ مِنَ التَّاجِ وَالْحُلَا

۱۲۔ یعنی قرآن تیرے والدین کے لیے مبارک اور خوش عیشی کا پیام ثابت ہو کر
ان کو تاج اور زیورات سے آراستہ نورانی لباس پہنائے جائیں گے۔

فَمَا ظَنُّكُمْ بِالنَّجْلِ عِنْدَ جَزَائِهٖ ⑬ اُولٰئِكَ اَهْلُ اللّٰهِ وَالصَّفْوَةُ الْمَلَا

۱۳۔ یعنی ایسی صورت میں تمہارا کیا خیال ہے خود اس برخوردار کے متعلق جبکہ
وہ جزا و انعام پا رہا ہو گا۔ یقیناً یہی لوگ اہل اللہ اور باعزت مقربین
بارگاہِ الٰہی ہوں گے۔

اُولُو الْبِرِّ وَالْاِحْسَانِ وَالتُّقٰى ⑭ حُلَاهُمْ بِهَا جَاءَ الْقُرْاٰنُ مُفَصَّلَا

Marfat.com

۱۴۔ یعنی حاملینِ قرآن نیکی اور اخلاص کے پیکر ہوتے ہیں۔ صبر اور تقوے ان کے اوصاف ہوتے ہیں۔ قرآن نے مفصل طور پر یہ اوصاف پیش کیے ہیں۔

عَلَيْكَ بِهَا مَا عِشْتَ فِيهَا مُنَافِسًا ﴿۱۵﴾ وَبِعْ نَفْسَكَ الدُّنْيَا بِأَنْفَاسِهَا الْعُلَا

۱۵۔ یعنی جب تک تو زندہ ہے حاملینِ قرآن کے ان اوصاف کی طرف کی طرف سبقت کرنے کی کوشش کر اور اپنے نفسِ حقیر کو ان ارواحِ عالیہ کے عوض تبدیل کرے لے

پس قرآن مجید کتابِ محفوظ اور کتابِ عزیز ہے۔

حق تعالیٰ حفاظ و قراء اور علماء کو دنیا میں پاکیزہ اور باعزت زندگی نصیب فرماتے ہیں اور آخرت میں اجرِ عظیم سے نوازیں گے۔ بڑے بڑے جبار و قہار اور فاتح بادشاہ دنیا میں آئے اور چل دیئے۔ اب وہ زمین کے پیٹ میں ہیں اور کوئی بھی ان کا پرسانِ حال نہیں، کہیں ان کا ذکرِ خیر نہیں۔ اور کہیں صدقہ جاریہ نہیں اور ایسے خدام قرآن بھی ہیں جن کے صدقات شب و روز جاری ہیں۔ ایسے بھی ہیں جن کے دہن دنیا ہی میں خوشبو سے مہکتے رہے ہیں ۲ اور جن کی قبریں

---

۱ یہ ترجمہ حضرت مولانا قاری اظہار احمد صاحب تھانوی دامت برکاتہم کی شرح شاطبیہ سے نقل کیا گیا ہے۔ جزاہم اللہ خیر الجزاء

۲ حضرت نافع مدنی جب قرآن پڑھانے بیٹھتے تو منہ سے خوشبو آتی تھی۔ آپ سے پوچھا گیا۔ کیا آپ جب بھی پڑھانے بیٹھتے ہیں تو خوشبو استعمال فرماتے ہیں؟ آپ نے جواب

(بقیہ بر صفحہ)

Marfat.com

بھی بقعۂ نور بنی ہوئی ہیں لہ

دنیا میں کسی بھی چیز کی حفاظت کا اللہ تعالیٰ نے ذمہ نہیں لیا سوائے قرآن عزیز کے۔ انا نحن نزلنا الذکر وانا لہ لحفظون ۞ دنیا میں کفر وشرک الحاد و زندقہ کے خواہ کتنے ہی سیلاب، آندھیاں اور طوفان کیوں نہ آجائیں۔ اس نور کو ہرگز کبھی بھی بجھا سکیں گے ۔

تا خدا اَن یُّطْفِئُوْا فرمودہ است
از فسردن ایں چراغ آسودہ است

بقیہ حاشیہ صد) دیا۔ میں نے خوشبو کو ہاتھ تک نہیں لگایا۔ میں نے خواب میں دیکھا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے منہ میں تلاوت فرما رہے ہیں۔ اس وقت سے یہ خوشبو آرہی ہے۔ امام شاطبیؒ ان ہی کے بارے میں فرماتے ہیں۔

واما الکریم السر فی الطیب نافع　　فذاک الذی اختار المدینۃ منزلا

لہ علماء فرماتے ہیں کہ امام بخاریؒ کے مزار مبارک کی مٹی سے خوشبو آتی تھی اور لوگ مٹی اٹھا کر لے جاتے تھے۔ ہم نے اپنے زمانے میں دیکھا کہ استاذ الکرم شیخ التفسیر مولانا احمد علی صاحب لاہوریؒ کی قبر سے خوشبو آتی تھی۔ بے شمار عوام اور متعدد علماء اس پر گواہ ہیں۔ ہم نے خود اسی معطر مٹی کو اٹھایا ہے اور عجیب وغریب قسم کی خوشبو محسوس کی ہے۔ یہ خوشبو دراصل کتاب عزیز کی تھی جس کا درس آپ برس ہا برس سے جامعہ مسجد شیرانوالہ میں دیتے رہے۔ حق تعالیٰ اپنے تمام اولیاء پر کروڑ بار رحمتیں نازل فرمائے اور ہمیں بھی ان کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق نصیب فرمائے۔

Marfat.com

يُرِيْدُوْنَ لِيُطْفِئُوْا نُوْرَ اللّٰهِ بِاَفْوَاهِهِمْ وَاللّٰهُ مُتِمُّ نُوْرِهٖ وَلَوْ كَرِهَ الْكَافِرُوْنَ ۝

پس جو انسان اس قرآن عزیز سے تعلق قائم کرلیں گے، وہ یقیناً معزز ہوں گے اور چونکہ قرآن مجید محفوظ ہے۔ لہٰذا ان کی بھی اسی کتاب کی وجہ سے دنیا اور آخرت میں خصوصی حفاظت ہوگی۔

الغرض قرآن مجید وہ کتاب عزیز ہے۔ جو دنیا کو سنوارتی اور عذاب قبر سے محفوظ رکھتی ہے۔ یہ کتاب عالم حشر کے مصائب سے بچانے والی، پل صراط کی تاریکی، تیزی اور تنگی کو ختم کرنے والی، عذاب جہنم کو ہٹانے والی، جنت میں پہنچانے والی، نعیم جنت سے سرفراز کرنے والی اور دیدارِ حق تعالیٰ سے مشرف کرنے والی ہے۔

گزشتہ چند صفحات میں ہم نے عظمت قرآن بیان کی ہے۔ اب ہم یہ عرض کرنا چاہتے ہیں کہ حضرت قاری صاحبؒ کو بڑائی کن خدمات کے صلے میں نصیب ہوئی ——؟

فضل کریمؒ کیسے بڑی شخصیّت بن گئے؟

قاری صاحب کو بڑائی قرآن ہی کی بدولت نصیب ہوئی۔ خدماتِ قرآنیہ سے پہلے آپ کس مپرسی کی حالت میں تھے۔ بچپن ہی میں والدہ ماجدہ کا انتقال ہوچکا تھا۔ ماں سوتیلی تھیں۔ چیچک کی بیماری سے تڑپتے تھے۔ مکھیاں پریشان کرتی تھیں۔ اسی مرض میں آنکھوں سے معذور ہوگئے تھے۔

Marfat.com

آپ کو بھائیوں کی طرف سے بھی کوئی امداد نہ مل سکی، بلکہ بھائیوں نے پوری جائیداد پر قبضہ کر کے آپ کو بالکل محروم کر دیا۔ جب اللہ تعالیٰ نے آپ کو قرآن مجید کی دولت سے نوازا تو گھر والوں سے کہا کرتے تھے کہ بھائی عبدالعزیز نے اگر کچھ نہیں دیا تو کوئی بات نہیں۔ عزیز نے تو سب کچھ دے دیا ہے۔ یہ قرآنی خدمات کا صلہ تھا کہ عزیز نے بہت کچھ نصیب فرمایا۔

حضرت مولانا قاری اظہار احمد صاحب تھانوی لکھتے ہیں:۔

"وہ قرآن کے خادم تھے۔ قوم کے بچوں کو حافظ قاری بنانے کے لیے دل میں بے انتہا تڑپ رکھتے تھے۔ حفظِ قرآن کی دولت سے انہوں نے سینکڑوں بچوں کے سینوں کو منور کر دیا"

جناب احمد خالد عمر صاحب آپ کے متعلق لکھتے ہیں:۔

"لیکن حافظ جی کی سب سے بڑی خوبی جس نے مجھے متاثر کیا وہ ان کا طرزِ ترتیلِ قرآن تھا۔ ثواب بیان کرنے والی آیتوں کے موقع پر انبساط ظاہر ہوتا تھا اور عذاب بیان کرنے والی آیتوں کے وقت گھبراہٹ ظاہر ہوتی تھی۔ احکام بیان کرنے والی آیتیں زور اور تاکید کے ساتھ ادا ہوتی تھیں"

راقم الحروف رات کے وقت ایک دفعہ باہر نکلا۔ یہ رمضان المبارک کا مہینہ تھا۔ لاہور شہر قرآنی آیات کی تلاوت سے گونج رہا تھا۔ میں نے مکی مسجد (انار کلی) کا رخ کیا۔ جوں جوں قریب ہوتا گیا۔ لطف زیادہ محسوس ہونے لگا۔ قاری صاحب پڑھ رہے تھے۔ ان کی قراءت میں زبردست

روانی اور مد و جزر تھا۔ قاری صاحب پڑھتے پڑھتے جب کَمْ تَرَكُوْا مِنْ جَنّٰتٍ وَّعُيُوْنٍ ○ وَّزُرُوْعٍ وَّمَقَامٍ كَرِيْمٍ ○ وَّنَعْمَةٍ كَانُوْا فِيْهَا فٰكِهِيْنَ ○ پر پہنچے تو آواز اس انداز سے بلند کی کہ میں مسحور ہو گیا اور یوں سمجھنے لگا کہ یہ آیات ابھی نازل ہو رہی ہیں۔

قاری عبدالمجید صاحب تحریر فرماتے ہیں:۔

"وکان جمیل الصوت، لیسحر الانسان من صوتہ کلما یرتل القرآن"

یعنی آپ جمیل الصوت تھے۔ جب آپ ترتیل سے پڑھتے تو سامعین مسحور ہو جاتے۔

مولانا قاری اظہار احمد صاحب فرماتے ہیں:۔

"قاری صاحب بہت عمدہ قرآن پڑھتے تھے۔ تلاوت میں مد و جزر کی کیفیت ہوتی۔ سننے والے یہی خیال کرتے کہ کوئی جوان پڑھ رہا ہے۔ اس عمر میں اور پھر آواز میں یہ بلندی اور کشش، ماشاءاللہ!

ع۔ یہ اس کی دین ہے جسے پروردگار دے"

جناب حافظ محمد صاحب فرماتے ہیں:۔

ایک دفعہ شبینہ میں قاری صاحب میرا انتیسواں پارہ سن رہے تھے۔ جب میں نے یہ آیات پڑھیں وَاَمَّا مَنْ اُوْتِيَ كِتٰبَهٗ بِشِمَالِهٖ فَيَقُوْلُ يٰلَيْتَنِيْ لَمْ اُوْتَ كِتٰبِيَهْ ○ وَ

Marfat.com

ثُمَّ أَدْرِ مَا حِسَابِيَهْ ○ تو قاری صاحب پر ایسی رقت طاری ہوئی کہ غش کھا کر گر پڑے "

ان اقتباسات سے قارئین کو اندازہ ہو گیا ہو گا کہ حضرت قاری صاحب کو، قرآن مجید سے کس قدر تعلق تھا، اور آپ میں خدمت قرآن کا کس قدر جذبہ موجود تھا بس انہی خدماتِ قرآنیہ نے آپ کو بڑے قاری صاحب بنا دیا تھا۔ آپ حفاظ و قراء پر جب خصوصی انعاماتِ الٰہیہ دیکھتے تو یہی فرماتے۔ یہ قرآن کریم کا صدقہ ہے۔

جناب قاری فیوض الرحمٰن صاحب فرماتے ہیں :۔

" قاری صاحب کی علالت کے دوران دو تین مرتبہ حاضری کا موقع ملا، بڑی شفقت فرمائی۔ گھریلو حالات اور تعلیمی کوائف پوچھے، خوشی کا اظہار فرمایا۔ دعائیں دیں۔ میں نے عرض کیا حضرت یہ سب کچھ آپ کے جوتوں کا صدقہ ہے۔ فرمانے لگے "نہیں"۔ بلکہ قرآن کریم کا صدقہ ہے "

واقعی ربِّ عزیز نے قرآنِ عزیز کے صدقے، آپ کو بہت کچھ نصیب فرمایا تھا اور اس کا آپ اقرار بھی فرماتے تھے اور طلباء کے ذہن میں بھی یہی بات بٹھاتے تھے۔ حافظ شیرازی علیہ الرحمۃ اس حقیقت کو یوں بیان فرماتے ہیں ؎

صبح خیزی و سلامت طلبی چوں حافظ
ہر چہ کردم ہمہ از دولتِ قرآں کردم

Marfat.com

یعنی صبح کے وقت اٹھنا اور سلامتی طلب کرنا غرض جو نعمتیں نصیب ہوئیں اور جو روحانی مدارج حاصل ہوئے، سب قرآن عزیز کی بدولت حاصل ہوئے ہیں۔

حضرت مولانا قاری محمد شریف صاحب فرماتے ہیں:۔

"جب آپ کا جنازہ زیارت کے لیے مکان سے باہر رکھا گیا تو دیکھنے والوں کا تاثر عجیب تھا، چنانچہ میں نے بعض لوگوں کو یہاں تک کہتے سنا کہ خدمت قبول ہو گئی اور دیکھنے والوں کی شہادت کے بموجب یوں محسوس ہو رہا تھا گویا آپ مسکرا رہے ہیں اور چہرے پر اطمینان و کامیابی کے آثار نمایاں ہیں"

اللہ والوں کی یہی کیفیت ہوتی ہے کہ خوشی سے دنیا کے قید خانہ کو چھوڑتے ہیں۔ اس سے بڑھ کر اور کیا سعادت ہو سکتی ہے کہ رب عزیز سے بندے کو وصال نصیب ہو!

حافظ شیرازی فرماتے ہیں

؎ خرم آں روز کزیں منزل ویراں بردم
راحت جاں طلبم وز پئے جاناں بردم
نذر کردم کہ گر ایں غم بسر آید روزے
تادر میکدہ شاداں و غزل خواں بردم

واقعی اللہ والے مسکراتے ہوئے بارگاہِ الٰہی میں حاضر ہوتے ہیں۔

مولانا قاری اظہار احمد صاحب فرماتے ہیں:۔

"وفات کے بعد مرحوم کے چہرہ پر کیسی شگفتگی تھی! تبسم کی دلآویز تصویر بنے ہوئے تھے۔ یہ شگفتگی میں نے عمر میں دو بزرگوں کے چہروں پر دیکھی، ایک حکیم الامت حضرت تھانویؒ (جو حضرت قاری صاحب کے بھی پیر تھے) کے چہرے پر اور ایک حضرت قاری صاحب پر، بقول اقبالؒ:

نشانِ مردِ مومن با تو گویم
چو مرگ آید تبسّم برلبِ اوست

علماء کا ارشاد ہے کہ:

"اے انسان! جب تم دنیا میں آئے تھے تو رو رہے تھے اور دوسرے لوگ تمہاری آمد پر خوشیاں منا رہے تھے۔ تمہارا کمال یہ ہے کہ جب تم دنیا سے رخصت ہونے لگو تو اس حالت میں جاؤ، کہ دوسرے لوگ رو رہے ہوں اور تم مسکرا رہے ہو"

اسی ارشاد کو ایک عربی شاعر نے بڑے پیارے انداز میں نظم کیا ہے:

وَلَدَتْكَ أُمُّكَ يَا ابْنَ آدَمَ بَاكِيًا
وَالنَّاسُ حَوْلَكَ يَضْحَكُوْنَ سُرُوْرًا
فَاعْمَلْ لِنَفْسِكَ اَنْ تَكُوْنَ اِذَا بَكَوْا
فِيْ يَوْمِ مَوْتِكَ ضَاحِكًا مَسْرُوْرًا

مولانا قاری محمد شریف صاحب آخر میں اسی منظر کو یوں بیان فرماتے ہیں:

"نہ معلوم اس وقت کتنوں کے دلوں میں یہ خیال پیدا ہوا ہوگا

کاش یہ جنازہ میرا ہوتا! الغرض قرآن کا یہ سچا خادم اس دنیا سے کامیاب و کامران گیا اور فضلِ کریم پر، کریم کا فضل ہو گیا۔"

یہ ہیں قاری صاحب کے لمحاتِ زندگی جو قرآنی خدمات کے لیے وقف ہوئے اللہ تعالیٰ نے دنیا میں عظمت و عزت سے اور دنیا سے جاتے وقت محمود موت سے نوازا۔ خوش قسمت ہیں وہ افراد جو قرآن پڑھتے ہیں، اس پر عمل کرتے ہیں، پھر اسے امتِ مسلمہ کے دوسرے افراد تک پہنچا کر خود محفوظ، عزیز اور لازوال بن جاتے ہیں۔

ہرگز نمیرد آنکہ دلش زندہ شد بعشق
ثبت است بر جریدۂ عالم دوامِ ما

حفاظ، قراء اور علماء کا وہ پاکیزہ گروہ ہے جو اس کائنات میں مقدس ترین امانت کا امین اور افضل ترین وراثت کا حامل ہے۔ یہ جماعت اس امت میں پسندیدہ اور برگزیدہ ہے حق تعالیٰ خود فرماتے ہیں:

ثُمَّ اَوْرَثْنَا الْكِتٰبَ الَّذِيْنَ اصْطَفَيْنَا مِنْ عِبَادِنَا

یہی لوگ کامل تقوے اور خشیتِ الٰہی کی صفت سے متصف ہیں۔ اِنَّمَا يَخْشَى اللّٰهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمٰٓؤُا، اور یہ وہ صفت ہے جس پر انسانی فضیلت کا دار و مدار ہے۔

قیامت کے دن جب دوسرے لوگ اپنے بینک بیلنس، کارخانے، جاگیریں اور جائیدادیں پیش کریں گے، یہ حضرات اپنا سرمایہ کتابِ الٰہی، بارگاہِ الٰہی میں پیش کر دیں گے۔ یہ حضرات اس دن بہت بڑے سرمایہ دار اور دولت مند ہوں گے۔ آیاتِ الٰہیہ پڑھتے جائیں گے اور درجاتِ عُلیا پر

چڑھتے جائیں گے۔ اللھم اجعلنا منھم بفضلك و منّك۔

برادرانِ اسلام! خدا کی قسم! دنیا کے عہدے اور مناصب، عزتیں اور رفعتیں سب فانی اور عارضی ہیں۔ لیکن پھر بھی آپ چاہتے ہیں کہ آپ کی اولاد دنیا کی تعلیم سے آراستہ ہو کر نام پیدا کرے اور آپ کے لیے باعث عزت و افتخار بنے۔ ہمیں امید ہے کہ آپ یہ بھی ضرور چاہیں گے کہ آپ کی اولاد اعلیٰ عہدوں پر فائز ہو، اور آپ کو ایسے روشن تاج پہنائے جائیں جن کی روشنی کے سامنے چاند اور سورج کی روشنی بھی کوئی حقیقت نہ رکھتی ہو ــــــ اگر ایسا ہے تو اپنی اولاد کے سینوں کو قرآن مجید سے معمور کر دیجئے۔ آپ کے تمام مقاصد پورے اور تمام مسائل حل ہو جائیں گے۔ دنیا کی عزتیں بھی ملیں گی اور آخرت کی بھی۔

از تلاوت بر تو حق دارد کتاب
تو ازو کامی کہ می خواہی بیاب

ہماری دعا ہے حق تعالیٰ ہمیں قرآن مجید پڑھنے، یاد کرنے اور اس پر عمل کرنے کی توفیق بخشیں۔ حضرت قاری صاحبؒ کی خدمات کو قبول فرمائیں۔ ان کی قبر کو جنت کے باغوں میں سے ایک باغ بنائیں اور انہیں جنت الفردوس نصیب فرمائیں۔ آمین یارب العالمین۔

محمد عارف، مسجد ہوسٹل کنگ ایڈورڈ میڈیکل کالج لاہور
۱۳ر اگست ۱۹۷۱ء

Marfat.com

کچھ اس کتاب کے بارے میں

یہ کتاب حضرت مولانا حافظ قاری فضل کریم صاحبؒ کے مختصر حالات زندگی پر مشتمل ہے۔ اس کے لکھنے سے غرض یہ ہے کہ حضرت قاری صاحب کا تذکرہ آپ کے احباب، علماء، حفاظ و قراء اور تلامذہ میں باقی رہے اور بعد میں آنے والے طلباء بھی قاری صاحب کے حالاتِ زندگی سے کسی حد تک واقف ہو سکیں۔ نیز خود حضرت قاری صاحب کی اولاد، خاندان اور آنے والی نسل کے لیے بطور یادگار باقی رہے۔

یہ کتاب چند مضامین پر مشتمل ہے۔ قاری صاحبؒ کے حالاتِ زندگی جمع کرنے کا خیال سب سے پہلے قاری فیوض الرحمٰن صاحب کو ہوا۔ عزیز موصوف، آپؒ کے ان خصوصی تلامذہ میں سے ہیں، جو اپنے استاذِ مکرم سے بہت عقیدت و محبت رکھتے ہیں۔ چنانچہ عزیز محترم نے اکابر اور احباب سے ذکر کیا تو سب نے تائید کی۔ پھر ہفت روزہ "خدام الدین" میں، حضرت قاری صاحبؒ کے حالات حاصل کرنے کے لیے اپیل کی۔ اس پر بہن ام کلثوم صاحبہ (دختر حضرت قاری صاحبؒ) اور قاری افضال الحق صاحب (فرزند حضرت قاری صاحبؒ) نے ایک ایک

Marfat.com

مضمون بھیج دیا۔ اس کے بعد قاری فیض الرحمٰن صاحب نے اپنے اکابر سے درخواست کی تو حضرت مولانا قاری اظہار احمد تھانوی صاحب دامت برکاتہم اور حضرت مولانا قاری محمد شریف صاحب مدظلہم نے درخواست قبول فرماتے ہوئے اپنے مضامین مرحمت فرمائے۔ بعد ازاں اور چند احباب کے مضامین بھی موصول ہوئے جو اس کتاب میں شامل کر دیئے گئے ہیں۔

عزیز محترم قاری فیوض الرحمٰن صاحب نے مضامین کے حاصل کرنے میں بہت بھاگ دوڑ کی ہے۔ بفضلہ تعالیٰ میں یہ لکھنے میں حق بجانب ہوں کہ یہ کتاب عزیز ہی کی محنت اور کاوش کا نتیجہ ہے۔

اس کتاب میں سب سے پہلے بہن صاحبہ ام کلثوم اور پھر قاری — افضال الحق صاحب کا مضمون ہے۔ بہن، بھائی کی تحریر میں معلومات بھی ہیں کہ حضرت قاری صاحبؒ کی تربیت انہیں ایک طویل عرصے تک نصیب ہوئی ہے اور جذباتِ غم بھی ہیں جو دل کی گہرائیوں میں جمع ہوئے اور الفاظ کی شکل میں نمودار ہوئے۔

تیسرا مضمون حافظ قاری عبدالمجید صاحب ہزاروی کا ہے۔ اس میں قاری عبدالمجید صاحب نے مدرسہ کے مختصر حالات، حضرت قاری صاحب کی طلباء پر شفقت و محبت اور ان کی پُرتاثیر تلاوت کا ذکر کیا ہے۔ یہ مضمون اس لحاظ سے بہت اہم ہے کہ موصوف نے سعودی عرب سے آسان عربی میں لکھ کر روانہ کیا ہے۔ قاری عبدالمجید صاحب حضرت قاری

Marfat.com

صاحب کے لائق اور اہل شاگردوں میں سے ہیں۔ آپ کی سعادت کے لیے یہ بات کافی ہے کہ آپ بلد الامین میں، اللہ تعالیٰ کی کتابِ مبین پڑھا رہے ہیں۔

چوتھا مضمون پروفیسر احمد خالد عمر صاحب ایم اے نے بھیجا ہے۔ آپ حضرت قاری صاحب کی تلاوت سن کر محظوظ ہوتے رہے ہیں۔ اور جو کیفیت سماعت کے وقت طاری ہوتی رہی، اسے بیان کر رہے ہیں۔ حضرت قاری صاحب کی روانی اور لہجہ سے بے حد متاثر نظر آتے ہیں۔ نہایت خلوص اور محبت سے مضمون لکھا ہے۔

پانچویں نمبر پر حافظ قاری محمد اقبال صاحب کا مضمون ہے۔ آپ راولپنڈی مدرسہ تعلیم القرآن میں شعبۂ تجوید و قراءت کے صدر اور انچارج ہیں۔ آپ کی طبیعت میں بانکپن اور نظافت ہے، تجوید میں خوش الحانی اور لطافت ہے، جامعہ اشرفیہ کے فارغ التحصیل ہیں اور قراءت سبعہ کے قاری ہیں۔

چھٹا مضمون میرے محترم و مکرم بھائی حافظ قاری فیوض الرحمٰن صاحب کا ہے۔ آپ گورنمنٹ کالج ایبٹ آباد میں شعبۂ اسلامیات کے صدر ہیں۔ آپ کا تخدّر سن کر مجھے بعض اوقات حضرت قاری صاحبؒ یاد آ جاتے ہیں۔ مد و جزر اور لہجہ میں حضرت قاری صاحبؒ کا رنگ کافی حد تک محسوس ہوتا ہے۔ عزیز محترم امتیازی سندات کے حامل ہیں اور دینی خدمات کا بے پناہ جذبہ رکھتے ہیں۔ استاذ مکرم سے متعلق آپ نے اپنے چند تاثرات کو عقیدت و محبت، ادب و احترام اور احساسات غم کے ساتھ، بڑے پیارے انداز میں سپرد قلم

کیا ہے۔

ساتویں نمبر پر استاذ القرار والمجودین حضرت مولانا قاری اظہار احمد صاحب تھانوی دامت برکاتہم کا دیباچہ، عالمانہ اور فاضلانہ مضمون ہے۔ آپ صاحب قلم اور صاحب لسان ہیں۔ علوم دینیہ کے مستند عالم ہیں۔ بڑے محقق قاری ہیں۔ تجوید و قراءت کے حقائق، دقائق اور لطائف سے باخبر ہیں۔

آپ نے تجوید کی بعض کتابوں کا بہت عمدہ ترجمہ کیا ہے اور خصوصاً شاطبیہ جیسی ادق اور مشکل کتاب کا اردو میں مختصر اور جامع ترجمہ و شرح کر کے قراءت کے طلبہ پر احسان عظیم فرمایا ہے۔ آپ مدرسہ تجوید القرآن موتی بازار میں (جس کی بنیاد حضرت قاری صاحبؒ نے رکھی ہے) میں شعبۂ تجوید و قراءۃ کے صدر ہیں۔ آپ کے شاگرد قرار اطرافِ ملک میں تجوید و قراءت پڑھا رہے ہیں۔

آٹھواں مضمون استاذ القرار حضرت مولانا قاری محمد شریف صاحب مدظلہم نے مرحمت فرمایا ہے۔ آپ مدت دراز تک حضرت قاری صاحب کے رفیقِ کار رہے ہیں اور خود ان کے بقول شرف تلمذ بھی حاصل ہے۔ آپ دار القرار، ماڈل ٹاؤن کے صدر مدرس، بانی اور مہتمم ہیں۔ مضبوط مجود اور پختہ قاری ہیں۔ سینکڑوں طلبہ فن تجوید اور قراءت میں آپ سے فارغ ہو کر ملک کے گوشے گوشے میں قرآنی خدمات انجام دے رہے ہیں۔ آپ کا فیضان عام اب بھی جاری ہے۔ موتی بازار میں حضرت قاری صاحب کے ساتھ مل کر تجوید و قراءت کی بنیاد آپ ہی نے رکھی۔ پھر اس فن کو خوب فروغ دیا۔

Marfat.com

آپ اعلیٰ درجہ کے مصنف ہیں۔ آپ نے تجوید کی متعدد کتابیں نہایت سہل انداز میں تالیف فرمائی ہیں۔ آپ کا مضمون معلومات سے پر ہے اور کئی صفحات پر مشتمل ہے۔

موخر الذکر دونوں بزرگوں کے مضامین کتاب کی جان ہیں۔ اسی لیے کتاب کے آخر میں رکھے گئے ہیں۔ ان اکابر کے مضامین پر میرے جیسا نا اہل مزید تبصرہ کی ہمت نہیں رکھتا۔ بس اسی شعر پر اکتفا کرتا ہوں۔

ز عشق ناتمام ما جمالِ یار مستغنی ست!
بآب و رنگ و خال و خط چہ حاجت روئے زیبا را

میری دعا ہے کہ حق تعالیٰ عزیز مکرم حافظ قاری فیوض الرحمٰن صاحب کو جزائے خیر دیں۔ بلکہ بیش از بیش پر خلوص خدماتِ دینیہ کی توفیق بخشیں۔ میں اپنے بزرگوں اور احباب کا بھی ممنون ہوں جنہوں نے مضامین بھیج کر حوصلہ افزائی فرمائی اور ان بھائیوں کا بھی جنہوں نے کتابت و طباعت کے سلسلہ میں تعاون کیا۔ جزاہم اللہ تعالیٰ احسن الجزاء فی الدنیا والآخرۃ

محمد عارف ایم اے

Marfat.com

یہ مضمون محترمہ بہن "ام کلثوم بٹ صاحبہ" نے حضرت الاستاذ کی سوانح کے لیے لکھ بھیجا ہے۔ یہ بڑا معلوماتی مضمون ہے۔ اللہ تعالیٰ انہیں جزائے خیر دیں کہ اپنی گوناگوں گھریلو مصروفیات کے باوجود وقت نکال کر میری درخواست پر یہ مضمون سپردِ قلم کیا ہے۔ اگر وہ یہ مضمون نہ لکھتیں تو میرے لیے مذکورہ سوانح حیات کا لکھنا بہت مشکل ہو جاتا ————

فیوض الرحمٰن ایم اے

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

برادرِ محترم قاری فیوض الرحمٰن صاحب

سلام مسنون!

۷، اگست کے شمارۂ "خدام الدین" میں آپ کی جانب سے کی گئی اپیل کے تحت قاری فضل کریم صاحب مرحوم مغفور کے حالات لکھنے کی جسارت کر رہی ہوں۔ حالانکہ میرا طرز بیان قابلِ اشاعت نہیں ہے۔ آپ اس کو مناسب ترمیم اور تبدیلی کے بعد طبع کرالیں

والسلام

آپ کی بہن:-

دختر قاری فضل کریم صاحب مرحوم

۷۰/۸/۲۰

Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حضرت قاری صاحبؒ کے مختصر حالات

بہن ام کلثوم صاحبہ دختر حضرت قاری صاحبؒ

پیدائش

شیخ حاجی حافظ قاری کریم صاحب ۱۹۰۲ء کے لگ بھگ امرتسر میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد کا نام حاجی مہتاب الدین مرحوم تھا۔ اجداد ہندو تھے۔ تین چار پشتوں سے اللہ نے اسلام کی توفیق نصیب فرمائی۔

قاری صاحب مرحوم، اپنے والد ماجد کے نکاح ثانی سے تھے۔ پہلے نکاح سے صرف ایک بچی کی پیدائش کے بعد والدہ ماجدہ انتقال کر گئیں۔

دوسرے نکاح سے سات بچے ان سے پہلے پیدا ہوئے مگر برضائے الٰہی وفات پا گئے۔ ان کی والدہ ماجدہ بہت زیادہ غمگین رہنے لگیں۔ اسی غم میں گھل گھل کر نہایت لاغر ہو گئیں۔ ان کے والد ماجد کسی بزرگ کے پاس دعا کی درخواست کے لیے گئے۔ انہوں نے انہیں تسلی دی اور اولادِ صالح کے لیے دعا فرمائی اور ساتھ ہدایت فرمائی کہ آپ کو جو اولاد اللہ پاک عطا فرمائیں۔ اس کی پیشانی کو سونے کی آگ میں گرم شدہ سونے کی بہت موٹی گولی سے داغ دے دیں اور اس بچے کا نام یحییٰ رکھیں۔ انشاء اللہ حکم الٰہی سے بچہ محفوظ رہے گا۔ چنانچہ ان کی پیدائش پر حسب ہدایت عمل کیا گیا۔ اس داغ کا نشان تادمِ حیات محراب کے نشان

کے نیچے موجود تھا۔ اور ان کا نام بھی یحییٰ ہی رکھا گیا۔ اللہ کی قدرت اولاد کو گود میں کھیلتے دیکھ کر خوش ہونے کی حسرت لے کر ان کی والدہ ماجدہ انہیں چھوڑ کر داعیٔ اجل کو لبیک کہہ گئیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ والدہ ماجدہ کی وفات کے وقت قاری صاحب مرحوم کی عمر بمشکل چند ماہ تھی۔

پرورش

والد بزرگوار نے بچے کی پرورش کے مشکل مرحلہ کو آسان بنانے کے لیے ایک بیوہ خاتون (جن کے اپنے چند ایک بچے تھے) سے نکاح کر لیا۔ مگر ان کا سلوک اس معصوم جان کے لیے بھی واقعی سوتیلی ماؤں جیسا تھا۔ بحکمِ الٰہی انہی دنوں سے چیچک کی وبا پھیل مرض کی وبا پھیل گئی اور قاری صاحب مرحوم بھی اس مرض کا شکار ہو گئے۔ ایسے موقع پر بجائے اس کے کہ والدہ محترمہ کے دل میں رحم کا جذبہ ابھرتا، ان کی نفرت انتہائی شدید ہو گئی۔ بچہ تکلیف کی شدت سے تڑپتا دوسرے مکھیاں پریشان کرتیں مگر والدہ صاحبہ کے کان پر جوں تک نہ رینگتی۔

خوش قسمتی سے قاری صاحب محترم کے تایا جی مرحوم بھی ملحقہ مکان میں رہتے تھے۔ تائی صاحبہ بڑی نیک دل خاتون تھیں (اللہ پاک انہیں جنت الفردوس نصیب فرمائیں) انہوں نے ان کو گود میں لے لیا۔ ان کے ایک لڑکا تھا۔ جس کا نام عبدالکریم تھا۔ پھر اسی نسبت سے انہوں نے عبدالکریم کے بھائی کا نام یحییٰ سے "فضل کریم" رکھا اور یہ نام دینی حلقوں اور احباب میں ایسا مشہور ہوا کہ ان کا اصل نام یحییٰ سب بھول گئے۔

تائی صاحبہ کے پاس جانے کے بعد ان کو چیچک کا پھر پانچ دفعہ حملہ ہوا۔

Marfat.com

اور اس طرح یہ قوتِ باصرہ، سامعہ اور لامسہ سے صرف ڈیڑھ برس کی قلیل عمر میں محروم ہو گئے۔ ہسپتال سے اپریشن کے بعد نتھنے اور کانوں کے سوراخ اپریشن کے ذریعے بنائے گئے مگر آنکھیں بے نور ہو گئیں۔ لیکن اللہ پاک نے آنکھوں کی کمی کو دیگر تمام قوتوں اور صلاحیتوں کو جلا بخش کر پورا کر دیا۔

قادرِ مطلق کی ان کڑی آزمائشوں میں سے گزرنے کے بعد بھی ان کی سوتیلی والدہ محترمہ ان سے شفقت کا سلوک نہ کرتیں۔ اس کے برعکس یہ جب بھی اپنے بہن بھائیوں کے ساتھ کھیلنے کے لیے اپنے والد صاحب کے گھر جاتے، تو والدہ صاحبہ ان الفاظ سے تواضع فرماتیں کہ:

"حافظ کے لیے مسجد میں جگہ نہیں؟ وہ یہاں کیوں رہتا ہے؟"

والدہ کے ان الفاظ نے ان کے دل میں یہ احساس پیدا کر دیا کہ میں ان سب گھر والوں پر بوجھ ہوں۔ والد صاحب اچھا سلوک کرتے تھے اور ان کی خوراک، لباس کا ہر طرح خیال فرماتے تھے۔ یہ بات ان کی والدہ صاحبہ کو ایک آنکھ نہ بھاتی تھی جس کے باعث ان کے والدین میں اکثر و بیشتر لڑائی جھگڑا رہتا۔ یہ روز روز کے گھریلو جھگڑوں سے تنگ آ چکے تھے۔ دوسرے والدہ صاحبہ کا دیا ہوا تاثر کہ حافظ کے لیے مسجد میں جگہ نہیں۔ انہیں خانۂ خدا میں کھینچ لایا اور وہیں سے ان کی دینی لگن کی ابتداء ہوئی اور دینی خدمت کی انتہا تک پہنچی۔ اس لحاظ سے ان کی والدہ صاحبہ کا رویہ ان کے لیے نیک فال ثابت ہوئی اور یہ دین کے مخلص اور مضبوط خادموں میں شامل ہوئے۔

Marfat.com

قاری صاحب کے اساتذہ

ان کے اساتذہ کرام میں قاری کریم بخش صاحب مرحوم کا نام قابلِ ذکر ہے
یہ صرف حافظ قرآن ہی نہ تھے بلکہ ایک مستند قاری اور لائق عالم بھی تھے۔
اباجی اپنے دینی شوق، جذبہ کی تکمیل کے لیے لاہور شہر میں تشریف لے
آئے۔ جہاں وہ انفرادی طور پر کام کرتے رہے۔ قیام لاہور میں پہلے عارضی
قیام گاہ ڈاکٹر جلال الدین صاحب کا دولت خانہ تھی۔ ان ڈاکٹر صاحب کی
قیام گاہ لاہور میں ٹھنڈی سڑک (Davis Road) پر تھی اور یہ دانتوں
کے ماہر معالج تھے۔ ان کی بچیاں اور بچے قاری صاحب مرحوم سے درسِ کلامِ
پاک حاصل کرتے تھے۔ وہیں ان کے قیام و طعام کا انتظام تھا۔ ڈاکٹر صاحب
بہت معروف، دیندار اور بارسوخ بزرگ تھے۔ اس قیام کے باعث قاری صاحب
مرحوم بہت ذی اثر لوگوں سے متعارف ہوتے گئے اور رفتہ رفتہ ان کا حلقۂ
احباب وسیع ہوتا گیا اور لوگ ان کی عمدہ اور صاف تلاوتِ کلامِ الٰہی سے
بہت متاثر ہوتے۔

تلاوتِ کلامِ پاک بہت عمدہ اور صاف تھی۔ اس طرح قرأت فرماتے کہ
جادو کر دیتے۔ جوانی کے زمانے کا ذکر کرتے ہوئے ایک بزرگ نے بتایا کہ

جامع مسجد نیلا گنبد میں ایک شخص ان سے کلامِ پاک سنا کرتے
تھے۔ کلامِ پاک کے کسی خاص رکوع کی تلاوت کی فرمائش کی،
اور اصرار کیا۔ آپ نے پڑھنا شروع کیا۔ وہ شخص ایسے متاثر ہوئے
کہ بے ہوش ہو گئے۔ جب ہوش میں آئے تو فرمانے لگے ۔ ۱

"آپ کے پڑھنے میں جادو ہے۔ دل میں رقت پیدا ہو جاتی ہے۔"
حقیقتاً ان کے پڑھنے میں جادو تھا جو دلوں کو موہ لیتا تھا اور کلام پاک پڑھنے کا شوق اور جذبہ پیدا کر دیتا تھا۔

پھر انہوں نے چند ایک شاگردوں کو لے کر اللہ تعالیٰ کے پاک نام سے مسجد چینیا نوالی (بازار سریانوالہ) کو آباد کیا اور اللہ تبارک و تعالیٰ نے ان کی مساعی کو قبول فرما کر دین کی خدمت کا ایک ایسا مضبوط پودا لگایا جس کی جڑیں اور شاخیں مغربی پاکستان اور بیرونی ممالک تک پھیلی ہوئی ہیں۔ ایک طویل مدت تک یہاں کام کرنے کے بعد انہوں نے ایک اور مدرسہ قائم کیا جو کہ مدرسہ تجوید القرآن کے نام سے مشہور ہے۔ یہ مدرسہ اولاً کوچہ کندیگراں مسجد نور (موتی بازار) میں قائم کیا گیا۔ اللہ تعالیٰ نے اس جگہ اس مدرسہ کو اتنی رونق بخشی کہ مسجد نور کی اپنی عمارت طلباء کے لیے ناکافی ہو گئی۔ پھر ایک مخیر شخص تھے جن کا اسم گرامی شیخ عبدالحی تھا اور وہ اس مدرسہ کی مجلس کے ممبر بھی تھے۔ انہوں نے اپنے ذاتی مکان کا بالائی حصہ مسجد کے لیے وقف کر دیا مگر پھر بھی یہ ساری جگہ طالب علموں کے لیے کافی نہ ہو سکی تو اللہ تعالیٰ کی خصوصی مدد شامل حال ہوئی اور قریب ہی ایک بہت بڑی حویلی تھی، جہاں لوگ رنگریزی کا کام کرتے تھے۔ اس جگہ کو اللہ تعالیٰ نے یہ سعادت نصیب فرمائی کہ اس کو پاک کر کے کلام پاک کی خدمت کے لیے وقف کر دیا۔ یہ حویلی مدرسہ کی خاطر خرید لی گئی اور اسی حالت میں اس میں خدمتِ کلام پاک کا کام شروع کر دیا گیا اور مدرسہ تجوید القرآن مسجد نور سے منتقل ہو کر اس جگہ آ گیا۔

Marfat.com

بعد ازاں اللہ تعالیٰ کی مزید کرم نوازی ہوئی ۔ اللہ پاک نے مدرسے کی مالی حالت بہتر بنا دی اور اس عمارت کو مکمل طور پر منہدم کر کے از سر نو مدرسے کی ضروریات کو مدنظر رکھ کر تعمیر کیا گیا ۔ اس میں ایک چھوٹی سی مگر بہت ہی پیاری مسجد بھی بنی ہوئی ہے ۔ یہاں کم از کم چار سو طالب علم فیض یاب ہو رہے ہیں ، بیرون شہر سے بھی کچھ طلباء آئے ہوئے ہیں ۔ جو مدرسہ ہی میں رہائش پذیر ہیں ۔

(خدا کرے قاری فضل کریم صاحب مرحوم کا لگایا ہوا یہ پودا ہمیشہ سرسبز و شاداب رہے اور مسلمان اس سے فیض یاب ہوتے رہیں اور ان کے لیے صدقہ جاریہ ثابت ہو کلام پاک پڑھنے اور پڑھانے کا ثواب ان کے نامۂ اعمال میں ثابت شامل ہوتا رہے ۔ آمین)

قاری صاحب مرحوم صرف باوقار شخصیت کے مالک انسان ہی نہ تھے بلکہ ایک لائق ، تجربہ کار ، دیانتدار ، محنتی اور فرض شناس استاد بھی تھے ۔ بحیثیت استاد بہت کامیاب انسان تھے ۔ سرکش سے سرکش طالب علم ان کے آگے سرِ تسلیم خم کرنے پر مجبور ہو جاتے تھے ۔ ان کا احساس اور قوتیں اتنی قوی تھیں کہ دیکھنے والوں کی عقل دنگ رہ جاتی تھی ۔

میرا ذاتی مشاہدہ ہے کہ طالب علم کلام پاک زبانی سناتے سناتے اِدھر اُدھر متوجہ ہو کر بیٹھے ہی بیٹھے ہاتھوں سے کھیلنے لگتے ۔ حالانکہ آواز ایک رتی بھی پیدا نہ ہوتی مگر انہیں علم ہو جاتا کہ وہ دوسرے ساتھیوں کے ساتھ اشاروں کنایوں میں مصروف ہیں ۔

میں نے ایک دفعہ جب بچے جا چکے تو ان سے پوچھا۔ آپ کو کیسے علم ہو جاتا ہے؟ تو فرمانے لگے کہ :-

"آواز کا رخ بدل جاتا ہے، چہرہ دوسری طرف کرنے سے آواز کی سمت بدل جاتی ہے"

اسی طرح اگر کوئی شاگرد (حفظ کا) دیکھ کر سنانا شروع کر دے کہ سبق یاد نہ ہونے کے باعث ڈانٹ ڈپٹ سے بچ جائے، لیکن انہیں علم ہو جاتا۔ شاید سبق یاد نہ ہونے کی صورت میں تو سبق یاد کروا دیتے مگر دھوکہ بازی کے باعث بچے سرزنش سے نہیں بچا کرتے تھے۔

مندرجہ بالا مثالیں قاری صاحب کے ذوق و شوق، تجربہ اور مہارت کی دلیل ہیں۔

بے مثال قوتِ حافظہ اور قوتِ لامسہ

ان کے احساس لطیف کا ایک آدھ واقعہ عرض کروں۔

ایک دفعہ ایک صاحب انہیں امرتسر کے ریلوے اسٹیشن پر ملے، ہاتھ ملایا اور تھوڑی دیر گفتگو کی اور چلے گئے۔ پورے بیس سال کے بعد انہی صاحب سے دوبارہ ملاقات ہوئی۔ ان کے ساتھ ایک اور صاحب تھے ان صاحب نے کہیں ان سے قاری صاحب مرحوم کی قوتِ حافظہ اور قوتِ لامسہ کی تعریف کی۔ وہ آزمانے پر تُل آئے۔ لہٰذا وہ صاحب خود نہیں بولے جو کہ بیس سال بعد مل رہے تھے۔ صرف قاری صاحب کے ہاتھ میں ہاتھ دے دیا دوسرے صاحب فرمانے لگے آپ نے انہیں پہچانا؟ ابا جان

Marfat.com

نے ان کے ہاتھ کا ہتھیلی اور پشت کی جانب سے پورا جائزہ لیا۔ پھر فرمانے لگے کہ

"ان صاحب کا یہ نام ہے اور میں آج سے بیس سال پہلے ان سے امرتسر ریلوے سٹیشن پر ملا تھا۔"

وہ صاحب بے حد حیران ہوئے۔

اسی طرح اگر قاری صاحب کے پاس کپڑا یا چلغوزے کے مختلف کوالٹی کے برتن لا کر رکھ دیئے جاتے۔ اور انہیں سب سے عمدہ چیز علیحدہ کرنے کا کہا جاتا تو صرف ہاتھوں سے چھو کر ہی پہچان لیتے تھے اور ہمیشہ بلا مبالغہ عمدہ چیز ہی کا انتخاب فرماتے تھے۔

ایک دفعہ ایک صاحب فرمانے لگے کہ اگر میں آپ کے پاس سے کچھ حالتِ بیداری میں چرا کر لے جاؤں تو آپ کبھی گرفت نہ کر سکیں گے۔ مذاق میں انہوں نے کچھ اشیاء لا کر پاس رکھ دیں۔ مختلف اطراف میں چیزیں پڑی تھیں۔ ان صاحب نے جونہی اشیاء پر ہاتھ مارا، ابا جان نے ان کا ہاتھ پکڑ لیا۔ وہ اس قدر بوکھلائے کہ انہیں کچھ سوجھتا ہی نہ تھا۔ پھر انہوں نے اصرار کر کے پوچھا کہ آپ کو کیسے پتہ چلا؟ انہوں نے فرمایا کہ:-

"اشیاء پر مکھیاں بیٹھ گئی تھیں۔ آپ کے ہاتھ مارنے سے مکھیاں اڑیں تو میں نے سمت کا اندازہ لگا لیا اور یوں آپ پکڑے گئے۔"

وہ ہمیشہ ہاتھوں کی بناوٹ سے احباب کو پہچان لیتے تھے۔

Marfat.com

لائق اور نیک استاد

اللہ تعالیٰ کی رحمت سے جو بھی کوئی شاگرد بنتا، جھولی بھر کر ہی جاتا۔ ان کی منزل اتنی پختہ تھی اور تجربہ اتنا تھا کہ اپنے طور پر انہیں پڑھنے کی ضرورت نہ تھی ویسے حصولِ ثواب کے لیے کثرت سے تلاوتِ کلام پاک فرمایا کرتے تھے۔ ان کا کم و بیش چالیس سال کا تجربہ تھا۔ یہی وجہ ہے کہ آپ کامیاب سماعت فرماتے تھے۔ عموماً یہ ہوتا ہے کہ اگر حافظ بھولنے لگیں تو سامع گھبراہٹ میں خود بھی بھول جاتے ہیں یا بار بار بتا کر انہیں یوں محسوس ہوتا ہے کہ ان کا اپنا بھی بھول گیا ہے۔ مگر قاری صاحب مرحوم ان تمام باتوں سے بہت بالا تھے۔ یہی وجہ ہے کہ بہت مصروف کاروباری حفاظ جن کی منزلیں بھی زیادہ پختہ نہیں ہوتی تھیں۔ قاری صاحب سے استفادہ کرتے تھے۔ خصوصاً رمضان المبارک سے دو ایک ماہ پیشتر اور رمضان المبارک انتہائی مصروف گزرتا۔

بہت مخلص استاد تھے اور خدمتِ کلام پاک بحیثیت ملازم نہیں کرتے تھے۔ عام طور پر مشاہدہ میں یہ بات آتی ہے کہ لوگ گنتی کے گھنٹے پورے کرنے کی کوشش کرتے ہیں مگر اباجی دل سے کام کرتے اور یہ کبھی نہیں سوچتے تھے کہ میرا پڑھانے کا وقت ختم ہو گیا ہے۔ لہٰذا میں چھٹی کر لوں، بلکہ یہ چھٹی کے اوقات میں بھی جن بچوں کے اسباق یاد نہ ہوتے انہیں سبق یاد کرنے میں مدد دیتے۔ یہاں تک کہ جب ان کا گھر مدرسے کے قریب تھا تو طلباء کو ساتھ گھر لے آتے۔ خود کھانا کھاتے اور طالبِ علم سبق یاد کرتے اور سنا کر چھٹی کرتے۔ بیرونِ شہر کے طلباء کی نگرانی بھی خود ہی کرتے تھے۔

Marfat.com

بحیثیت وارڈن یہ بیرونی طلبار کی نگرانی فرماتے اور ان کی تربیت اور اخلاقی اصلاح کا حد درجہ خیال رکھتے تھے۔

حیا

بہت باحیا اور غیرت مند انسان تھے۔ ان کے شاگردوں میں طالبات بھی ہوتی تھیں۔ یہ کبھی بھی بے جھجک بچیوں کے سامنے نہیں جاتے تھے، بلکہ جہاں لڑکیاں ہوتی وہاں پہلے کم عمر چند ایک لڑکوں کو سبق یاد کرنے کے لیے بھیج دیتے پھر خود تشریف لے جاتے۔ کبھی لڑکیوں کے بالکل سامنے منہ کرکے نہ بیٹھتے تھے، بلکہ ہمیشہ قدرے رخ موڑ کر بیٹھتے۔ اگر بچیاں گھر پر پڑھنے آئیں تو امی جان کو یا مجھے پاس بٹھاتے پھر طالبات کو سبق پڑھاتے۔

اگر کوئی بی بی گھر پہ ملنے کے لیے آجاتیں تو فوراً اٹھ کر تشریف لے جاتے اگر باہر سے آرہے ہوتے اور کسی غیر محرم عورت کی آواز سن پاتے تو الٹے قدموں واپس لوٹ جاتے۔ حتی المقدور کبھی کسی عورت کا سامنا نہیں کرتے تھے۔

غیر تو خیر غیر محرم ہوئیں۔ ایک دفعہ مجھے بہت تیز بخار آگیا جس سے سرسامی کیفیت ہوگئی۔ شفقت سے میرا سر دابنے لگے مگر اپنا تولیہ پہلے میرے ماتھے پر ڈال لیا کہ میرا ہاتھ اس کی پیشانی سے مَس نہ کرے۔ یہ پرایا دھن ہے۔ ان کی اس بات نے مجھے بے حد متاثر کیا۔ وہ دنیا داری کی خاطر بھی حیا کے اس بلند مقام کو بالائے طاق رکھنے کے لیے تیار نہ تھے، جو انہوں نے اپنا نصب العین بنا لیا ہوا تھا۔ ان کے بھائی عبدالمجید صاحب نے بھتیجی کے سر پر دستِ شفقت پھیرنے کی فرمائش کی تو مجھے فرمانے لگے:

Marfat.com

"میری طرف سے تم اس کے سر پر ہاتھ پھیر دو۔"

عفو و درگزر

بہت سادہ طبیعت اور نیک دل تھے۔ سادہ لوح اس قدر تھے کہ صحیح طور پر اس حدیثِ پاک کے مصداق تھے۔

"اَصْحَابُ الْجَنَّۃِ بُلْہٌ"

کوئی شخص الزام تراشی کرتا یا گالی گلوچ دیتا تو اس کے چلے جانے کے بعد قاری صاحب اللہ واسطے معاف فرما دیتے۔ اگر کوئی جھوٹے منہ کہہ دیتا مجھے معاف کر دیں تو اگلے پچھلے سارے گلے شکوے دھو ڈالتے اور پہلے سے زیادہ خلوص اور تپاک سے ملتے اور اس کی غلطی بھولے سے بھی نہ جتاتے۔ اگر ہم کہیں کہ وہ آپ کی راہ میں کانٹے بوتا ہے، آپ کو تنگ کرتا ہے۔ تو پھر ایسے ہو جاتے ہیں جیسے اس کے بغیر گزارہ نہیں تو فرماتے۔

"خَیْرُ لَنَا وَ شَرٌّ لِاَعْدَائِنَا۔ میں بدنیت نہیں ہوں انہیں نیت کا بدلہ مل جائے گا۔ جو برائی کرے گا۔"

مہمان نوازی، حسنِ سلوک

کوئی غیر سے غیر انسان بھی کیوں نہ ہو ایسے گھل مل جاتے، جیسے برسوں سے شناسائی ہو۔ اپنی حیثیت کے مطابق اس کی مہمان نوازی فرماتے اور اس کو یہ باور کرا دیتے کہ خود غرضی اور نفسانفسی کے اس زمانے میں بھی ابھی مخلص لوگ باقی ہیں اور جس سے یہ ایک ملتے وہ ان سے بار بار ملتا۔ ان کا حلقۂ احباب بہت وسیع تھا۔ دور کے رشتہ داروں اور ان کے قرابت داروں سے اس

طرح ملتے تھے جیسے یہ ان کے حقیقی بہن بھائی اور بچے ہوں۔ ہر کسی کے دکھ درد کے لیے اپنے دل میں انتہائی کرب محسوس کرتے۔

صلح جو

اگر کسی کے متعلق سن پاتے کہ آپس میں ناراض ہیں، اپنی پوری کوشش سے احکامِ خداوندی اور ارشاداتِ نبوی سنا سنا کر اس طرح نرم کرتے کہ وہ صلح کرنے پر مجبور ہو جاتے اور اپنے دل میں خوفِ خدا محسوس کرنے لگ جاتے پھر ان کی صلح ہمیشہ قائم رہتی۔ ان کی صفتِ اصلاح کے باعث اکثر غیر لوگ اپنے گھریلو جھگڑے نمٹانے کے لیے بھی ان سے رجوع کرتے۔ یہ ان کی صلح صفائی کرانے کے بعد اپنی رقم سے شیرینی بانٹ کر سب کو شیر و شکر رہنے کی تلقین فرماتے۔ کئی اجڑے گھر ان کے سمجھانے سے بس گئے تھے۔

فیاضی اور رحم دلی

کوئی بھی سوالی آجاتا اسے خالی نہ لوٹاتے۔ عموماً لوگ گاؤں میں سوالیوں کو مٹھی بھر آٹا یا ایک پیسہ دے دیتے ہیں مگر یہ دونی چونی سے کبھی کم نہ دیتے۔ ٹوٹے ہوئے پیسے پاس نہ ہوں تو روپیہ ہی دے دیتے۔ اکثر مٹھائی پھل منگوا کر غربا میں تقسیم کرتے کہ غریبوں کو ایسی نعمتیں کم ہی میسر آیا کرتی ہیں۔ کوئی بھی آکر اپنی مالی پریشانی کا ذکر کرتا۔ جو بھی بن پڑتا۔ کپڑے پیسے سے اس کی مدد فرماتے حالانکہ اکثریت لوگوں کی بظاہر ان سے زیادہ خوش پوش ہوتی۔

روپے پیسے کا لالچ نہ تھا۔ اپنے پاس ۲۵ روپے سے زیادہ رقم کبھی نہ رکھتے، فرماتے کہ:

Marfat.com

"میرا ایمان ہے، دولت مصیبت لاتی ہے"
لہذا بقایا سب کچھ راہِ مولا دے دیتے اور خود فرماتے:-
"جنہاں تقویٰ رب دا اُنہاں رزق ہمیشں
پلّے خرچ نہ بندے پنچھی تے درویش"
اور خدا کی قدرت میں نے آج تک انہیں اللہ کے فضل و کرم سے کبھی مالی پریشانی میں مبتلا نہیں دیکھا۔ کبھی پلے نہ بھی ہوتا تو گھبراتے نہیں تھے بلکہ یہ اکثر ورد زبان سنا تھا:-

حسبنا اللہ و نعم الوکیل نعم المولیٰ و نعم النصیر

اور ان کے مولیٰ اس طرح ان کی کفالت فرماتے اور غیب سے مدد فرماتے کہ اس کے عالمِ غیب ہونے کا اگر کسی شخص کو شک بھی ہو تو وہ یقیناً ایمان لے آئے کہ رب سچا یقیناً عالم غیب ہے۔ تبھی ان کی خفیہ ضرورت جس کا انہوں نے کسی سے اظہار بھی نہیں فرمایا۔ اللہ تعالیٰ نے پوری فرما دی۔

ایک واقعہ انہیں کی زبانی سنا تھا من و عن عرض ہے۔ فرمانے لگے:-

"یہ اس زمانے کا ذکر ہے جب کہ وہ مسجد چینیانوالی میں درس کلام پاک دیا کرتے تھے اور ان کی تنخواہ صرف ۱۵ روپے ماہوار تھی۔ میرے بڑے بھائی گلزار جان (متوفی ۲۳ فروری ۱۹۴۴ء بروز پیر) بیمار تھے۔ مالی پریشانی تھی۔ میں نے اللہ پاک کے حضور دعا کی کہ الٰہی! میں اگرچہ ایک ناچیز، عاجز اور کم ہمت انسان ہوں مگر آج تک یہ دست سوال کسی کے سامنے کبھی پھیلایا نہیں،

Marfat.com

— کیونکہ تو ہی حاجت روا ہے۔ تو ہی میری ضرورتوں کو پورا کرنے والا ہے۔ میری حاجت روائی فرما۔"

ان کا کہنا ہے کہ:-

"میں نمازِ فجر کے لیے مسجد میں گیا۔ ایک نیک بزرگ تھے (اللہ پاک انہیں غریقِ رحمت فرمائیں) جن کا نام ضیاء اللہ تھا۔ اب بھی ان کی پنجاب سوپ فیکٹری شیرانوالہ گیٹ موجود ہے۔ وہ بھی مسجد چینیانوالی میں ہی نماز ادا کرنے کی غرض سے تشریف لایا کرتے تھے۔ نماز سے فارغ ہو کر فرمانے لگے۔ میں آپ کچھ نقاہت محسوس کرتا ہوں۔ میں نے طاقت کی گولیاں اپنے لیے بنائی ہوئی ہیں۔ چند ایک آپ کے لیے بھی لایا ہوں۔ آپ صبح، دوپہر، شام، ایک ایک گولی کھا لیا کیجیے۔"

اباجی فرماتے تھے:-

"یہ گولیاں بناوٹ کے لحاظ سے دو قسم کی تھیں۔ ایک قسم دوپہر کے وقت کھانے کو بتا گئے۔ دوسری قسم صبح شام استعمال کے لیے میں نے ممنونیت کا اظہار فرمایا۔ انہوں نے عقیدت کا اظہار فرمایا۔ گھر لا کر میں نے گولیوں کا ذائقہ چکھنے کے لیے ایک گولی کھولی۔ اس میں سے دو اٹھنیاں برآمد ہوئیں۔ دوسری قسم کی گولی کھولی تو اس میں سے چار چونیاں نکلیں۔ یہ گولیاں کل تعداد میں پچاس تھیں۔ اللہ پاک کا شکر ادا کرتے ہوئے، میری آنکھیں

Marfat.com

پرُنم ہوگئیں کہ اس نے اس کٹھن موقع پر میری کس طرح دستگیری فرمائی جس کا تصور ایک انسان کر ہی نہیں سکتا۔ یوں میرا مولا میری کفالت فرماتا ہے۔"

جائیداد

قاری صاحب مرحوم اس طبیعت کے مالک تھے کہ ان کے بھائیوں نے جو کہ ان کی سوتیلی والدہ صاحبہ سے تھے، ان کا جائیداد کا حصہ آج تک نہیں دیا۔ ان کی ذاتی جائیداد امرتسر میں تھی۔ تقسیمِ ہند کے بعد بھائیوں نے حیدر آباد میں کلیم کر کے جائیداد حاصل کر لی۔ ان سے مختار نامہ لکھوا لیا کہ آپ معذور ہیں۔ میں جائیداد حاصل کر کے آپ کا حصہ آپ کو ادا کر دوں گا۔ پھر انہیں آج کل پر ٹالتے رہے۔ ہم نے زندگی کا بیشتر حصہ کرایہ کے مکانوں میں گزارا ہے۔ امی جان مرحومہ فرمائیں کہ

"ہم تو کرایہ کے مکان پر دھکے کھاتے ہیں اور دوسرے بہن بھائی آرام سے زندگی بسر کرتے ہیں۔"

پھر اللہ پاک نے اپنی رحمت سے ذاتی مکان جیسا سوٹ کیا عطا کر دیا اور گھر کی ضروریات بڑی اچھی پوری ہو جاتی تھیں۔ اباجان نے امی جان سے وعدہ فرمایا تھا کہ:-

"عبدالعزیز صاحب مرحوم میرا حصہ دیں گے تو آپ کو زیارت بیت اللہ کے لیے لے جاؤں گا۔"

انہوں نے حصہ نہ دیا۔ امی جان فرمانے لگیں کہ:-

"ہم نے اپنا پیٹ کاٹ کر مکان بنایا ہے مگر عبدالعزیز نے

Marfat.com

کچھ نہیں دیا۔"

وہ فرماتے:۔

"عبدالعزیز نے نہیں دیا۔"عزیز" نے تو سب کچھ دے دیا ہے نا۔آپ شکوہ نہ کریں۔عبدالعزیز کی کسر ربِّ عزیز جو پوری کر رہے ہیں۔"

عبدالعزیز صاحب نے اپنا بوجھ نہ اتارا اور نہ ہی اباجان مرحوم امی جان مرحومہ سے کیا ہوا حج بیت اللہ کا وعدہ وفا کر سکے۔مگر انہوں نے زندگی بھر نہ خود شکوہ کیا، اور نہ ہی گھر کے کسی فرد کو کرنے دیا۔یہاں تک کہ ہم سب بہن بھائیوں کو بھی منع کر دیا کہ آپ ان کی یتیم اولاد سے اسی طرح حسنِ سلوک سے پیش آئیں جس طرح میں زندگی بھر ان کے ساتھ رہا ہوں۔اور اپنے دل میں کبھی دولت کے لالچ کو جگہ نہ دیں۔انہیں خلوصِ نیت کا اللہ پاک کے فضل و کرم سے تمام زندگی عمدہ پھل ملتا رہا۔

قاری صاحبؒ کی منکسر المزاجی

ان کی کسی بات سے کبھی تفاخر یا تکبر کی بو نہیں آتی تھی۔باوجودیکہ اللہ پاک نے انہیں عالی مرتبت انسان بنایا تھا مگر ان کی چال ڈھال، لباس، گفتگو اور خوراک ہمیشہ عاجزانہ ہوتی تھی۔کبھی کسی ایسے عمل کا ارتکاب نہ فرماتے جس سے غرور کی بو بھی آئے۔کبھی کوئی اپنی عمر سے عمر، رتبے میں چھوٹا بھی ہوتا تو سلام میں پہل فرماتے۔بات بڑی شفقت سے کرتے اور توجہ سے سنتے۔کبھی ریشم یا زرق برق لباس نہ پہنتے۔ہمیشہ ٹخنوں سے اونچا پاجامہ پہنتے۔اگر کوئی عزیز یا شاگرد کبھی ہدیۃً کوئی کپڑے وغیرہ بنا کر پیش کرتا۔وہ خواہ کتنے ہی معمولی کیوں

Marfat.com

نہ ہوتے، بڑے شوق اور خوشی سے پہن لیتے تھے۔ یہ ان کے دل میں کبھی نہیں آیا تھا کہ میرے شایانِ شان لباس ہو۔

ان کے عجز و انکسار کی ایک ہلکی سی جھلک پیش کرتی ہوں۔

گرمی کا موسم تھا۔ گھر پہ کھانا کھانے کے لیے تشریف لائے۔ میں پاس پنکھا ہلا رہی تھی۔ کھانے کے دوران ہاتھ سے روٹی کا ایک نوالہ گر گیا۔ روٹی کا وہ ٹکڑا انہوں نے اٹھا لیا۔ اس کو تلاش فرمانے لگے۔ میں نے عرض کی:

"ابا جان! یہ نوالہ میں کھا لیتی ہوں، آپ اور روٹی کھائیں"

بضد ہو گئے کہ:

"نہیں یہ نوالہ میں ہی کھاؤں گا۔ اگر میں نے نہ کھایا تو اللہ پاک کے ہاں متکبر گنا جاؤں گا کہ رزق گر گیا تھا۔ اس کو اٹھا نہیں سکتے تھے؟ تکبر کیا۔ اس کو کھا نہیں سکتے تھے؟"

ان کی ضد دیکھ کر میں نے نوالہ ان کے حوالے کیا۔ تب انہوں نے بقایا کھانا کھایا۔

آپؒ کی دعا

اکثر یہ پڑھا کرتے تھے:

اَللّٰهُمَّ اَحْيِنِيْ مِسْكِيْنًا وَّ اَمِتْنِيْ مِسْكِيْنًا وَّ احْشُرْنِيْ فِيْ زُمْرَةِ الْمَسَاكِيْنِ

اور حقیقی معنوں میں مساکین کی سی زندگی بسر فرمائی اور اپنے اہل و عیال کو بھی اسی کی تلقین فرماتے رہے۔

Marfat.com

طہارت و پاکیزگی

طہارت و پاکیزگی ان کا شعار تھی۔ خوشبو پسند فرماتے، ہمیشہ پاک و صاف رہا کرتے تھے۔ لباس، جسم، زبان، خیالات کی پاکیزگی کی پاکیزگی کا بہت خیال فرماتے۔ میں نے آج تک ان کی زبان سے گالی گلوچ نہیں سنی تھی۔ کبھی کبھار نالائق شاگردوں پر استاد کو غصہ تو آہی جاتا ہے۔ سرزنش کے لیے غصے میں بعض اوقات شاگردوں کو بے وقوف، خبیث اور نالائق وغیرہ کہہ لیتے تھے۔ کبھی کسی کی بدگوئی نہ کرتے۔ چغلی نہ کھاتے، غیبت نہ کرتے، اگر کبھی کوئی غیبت کرنے لگتا تو فوراً منع فرما دیتے کہ اپنے ساتھ مجھے گناہگار نہ کرو۔ کبھی کسی سے لڑائی جھگڑا نہ کرتے۔ ہمیشہ زبان کی پاکیزگی کا خیال فرماتے۔

خیالات بھی بڑے ہی نیک رکھتے۔ کبھی لالچ نہ کرتے، حسد نہ کرتے۔ کبھی کوئی فحش کلامی نہ کرتے۔ نہ ہی ایسے رسائل و کتب کا سماع کرتے جو ہیجان انگیز ہوں کبھی گھر میں کسی بچے کو کوئی ناول یا رسالہ پڑھتے ہوئے سن پاتے تو فوراً منع فرما دیتے۔ فرماتے :۔

"اگر رسائل کا اتنا ہی شوق ہے تو آؤ ہم مل کر رسائل پڑھتے ہیں۔ جن میں دین و دنیا کا فائدہ ہو"

اس نیک غرض کے لیے انہوں نے تین رسائل پلے سے سالانہ چندہ ادا کرکے لگوا دیے۔ "خدام الدین" "ترجمانِ اسلام" "پیام اسلام"۔ ان رسائل میں دین و دنیا دونوں مل جاتے ہیں۔ باقاعدہ خود بھی سنا کرتے اور ہمیں بھی پڑھنے کی ترغیب دیتے۔ دیگر کتب میں سے تفسیر ابن کثیر، سیرۃ صحابہ کرام پڑھنے کو عنایت

Marfat.com

فرماتے۔ ہمیشہ خیالات، اعمال کی پاکیزگی کی تلقین فرماتے تھے۔ کبھی کسی کو گزند نہ پہنچاتے۔ دکھی بہن بھائیوں کی دل جوئی فرماتے، صابر رہتے، صبر کی تلقین فرماتے اللہ پاک ہی کو مولیٰ، رب، رازق، ناصر، خبیر، علیم جانتے۔

جسم و لباس کو ہمیشہ صاف، پاک رکھتے۔ غسل فرماتے تو غسل کا حق ادا فرما دیتے استنجے وغیرہ کرتے تو طہارت کا پورا خیال فرماتے۔ اعضاء وضو کو نہایت اہتمام سے دھوتے۔ مبادا کوئی بال سوکھا رہ جائے۔

ہم لوگ پہلے شہر میں رہائش پذیر تھے۔ مدرسہ بھی تنگ گلیوں میں ہے جہاں مکان کی بالائی منزل سے پانی پرنالوں کے ذریعے نیچے آتا ہے۔ اگر کبھی کسی پرنالے سے پاؤں پر چھینٹے پڑ جاتے تو شک رفع فرمانے کی خاطر کئی دفعہ دھوتے۔ پھر پورا غسل فرماتے کہ جسم کی طہارت قبر کی تنگی سے ان شاء اللہ محفوظ رکھے گی۔

جمعۃ المبارک اور عیدین کے غسل کا بھی خاص اہتمام فرماتے۔ خوشبو کو بہت پسند فرماتے۔ ہمیشہ نہانے کے بعد عطر استعمال کرتے۔ عطریات میں انہیں شمامۃ العنبر، حنا، خس اور صندل بہت پسند تھے۔ موسم کے لحاظ سے اول الذکر دو عطر سردیوں میں اور مؤخر الذکر گرمیوں میں استعمال فرماتے تھے۔ انتہائی گرمی میں پاؤڈر کا استعمال بھی فرماتے۔

مسواک

مسواک بڑی باقاعدگی سے کرتے تھے، بعض اوقات ہر وضو کے وقت مسواک کرنے لگ جاتے۔ کبھی کبھار مسواک مسوڑھوں کو لگ جاتا اور خون بہنے لگتا۔ ہم کہتے:

Marfat.com

"ابا جان! آپ اس قدر مسواک کرتے ہیں کہ مسوڑھے متورم ہو جاتے ہیں۔"

فرماتے :—

"تم نے سنا تو ہوگا حدیث پاک ہے

اَلسِّوَاکُ مَطْهَرَةٌ لِّلْفَمِ مَرْضَاةٌ لِّلرَّبِّ

مسواک منہ کو پاک کرتی ہے اور رب کو راضی کرتی ہے۔"

غرضیکہ وہ سر سے لے کر پاؤں تک طہارت کا پورا پورا خیال فرماتے تھے۔ اللہ پاک ان کو اجرِ جزیل عطا فرمائیں۔ آمین

عبادت

آپ ایک انتہائی عابد، زاہد اور متقی انسان تھے۔ میں نے کبھی آج تک انہیں کسی خوشی، غمی کو عذر لنگ بنا کر عبادت کو چھوڑتے نہیں دیکھا اور نہ ہی کبھی کسی سے سنا۔ ان کی عبادت کا یہ عالم تھا کہ بہت زیادہ تکلیف میں ہوں، کھڑے نہ ہو سکتے ہوں۔ بیٹھ کر اشارے سے ہی نماز ادا کر لیتے مگر قضا نہ ہونے دیتے۔ انہیں دردِ گردہ کی تکلیف شدید ایک طویل عرصہ رہی ہے۔ اللہ پاک ان امراض سے ہم سب کو محفوظ رکھیں۔ جن لوگوں کو اس درد سے سابقہ پڑا ہے وہ جانتے ہیں کس قدر بے چین کرنے والا ہوتا ہے۔ وہ درد کی انتہائی تکلیف میں بھی نماز ادا کرتے تھے۔ تہجد بھی شاید ہی انہوں نے کبھی چھوڑی ہو۔ نمازِ جمعہ وہ خود اونچی مسجد کناری بازار میں پڑھایا کرتے تھے۔ عیدین بھی کبھی نہ چھوڑتے۔ کلامِ پاک کثرت سے پڑھا کرتے۔ صبح و شام کی مسنون دعائیں بھی پڑھا کرتے تھے

اس کے علاوہ انہیں جب بھی وقت میسر آتا نوافل پڑھتے ، سوائے ممنوعہ اوقات کے ۔ اکثر و بیشتر میں نے انہیں مصلے ہی پر دیکھا۔ ان کی عبادت گزاری کا یہ عالم تھا کہ آخری طویل بیماری میں وہ وضو نہیں کر سکتے تھے ۔ بڑی مشکل سے فتوے حاصل کر کے انہیں تیمم پر رضامند کیا ۔ پھر بیٹھ کر ہی نماز ادا فرماتے رہے ۔ تہجد آخری دنوں میں بھی نہیں چھوڑی ۔ انہیں بہت شدید تکلیف تھی ۔ اعصاب میں تناؤ کے باعث اٹھ بیٹھ نہیں سکتے تھے ۔ یہاں تک کہ مجھ جیسا ناتواں انسان پوری طاقت سے انہیں اٹھا نہیں سکتا تھا ۔ ان کے گھٹنوں کو خم نہیں کیا جا سکتا تھا ۔ یہ صرف ان کے آخری سفر سے صرف تین روز پہلے کی بات ہے ۔ رات کے دو بجے مجھے آواز دی فرمانے لگے :۔

"میں نے نماز کے لیے اٹھنا ہے مجھے بٹھا دو ۔"

میں ان کی حالت سے بخوبی واقف تھی ۔ میں نے عرض کیا کہ :۔

"آپ بیٹھ کر نماز پڑھ سکیں گے ؟"

فرمانے لگے :۔

"ان شاء اللہ ضرور اٹھ کر نماز پڑھ سکوں گا ۔"

میں نے اپنی پوری کوشش کی مگر وہ اٹھ نہ سکے ، میں نے لٹا کر ان کے سینے پر تیمم کی مٹی رکھی ، تیمم کروایا ، فرمانے لگے :۔

"چارپائی کا رُخ صحیح کر دو ۔"

پھر انہوں نے نماز ادا کی ۔ اس قدر استقلال تھا نماز کے معاملے میں ان کی طبیعت میں کہ ہاتھ پاؤں ہار چکے تھے مگر عزم و ہمت موجود ہے اور دل زندہ

Marfat.com

رہے ۔ اللہ پاک کا نام لینے کے لیے زبان قائم تھی ۔ ویسے زبان صحیح کام نہیں کرتی تھی۔

خود صابر، اور دل کو صبر کی تلقین

کسی جسمانی ، روحانی تکلیف پر میں نے ان کو ہائے وائے کرتے نہیں سنا کہ خدا کی ذات سے شکوہ کریں یا لوگوں کی طرح یہ ہی کہیں کہ :-

" میں نے ساری عمر دکھوں ہی میں گزار دی ، کبھی سکھ نہیں دیکھا "

اگر کوئی تکلیف آجاتی تو ہمیشہ یہی فرماتے :-

" میرے گناہوں کی سزا ہے "

بڑے سے بڑا صدمہ دل کو پہنچتا تو خود بھی صبر فرماتے اور دوسروں کو بھی صبر کی تلقین فرماتے ۔ چھوٹے بچے فوت ہو جاتے تو یوں دوسروں کو سمجھاتے کہ

" دیکھو لے کر تو وہی گیا ہے جس کا مال تھا ۔ آپ کا تو وہ مال نہیں تھا ۔ آپ عارضی محافظ تھے ۔ اب اگر اس صدمے پر صبر کرو گے تو اجر ملے گا اور نجات کا باعث ہو گا ۔ اگر صبر نہیں کرو گے تو گناہ گار ہو گے "

پھر اس کو بشارت دیتے کہ :-

" صبر کرو گے تو یہی بچہ جس کی جدائی دکھ کا باعث بنی ہے آپ کو پکڑ کر جنت میں ساتھ لے کر جائے گا ۔ اس وقت تک جنت میں داخل نہیں ہو گا ، جب تک والدین کو ساتھ نہ لے جائے "

Marfat.com

قاری صاحب مرحوم نہایت سلجھی ہوئی طبیعت رکھتے تھے مگر قادر مطلق نے ان کی طبیعت میں بڑی لچک رکھی تھی۔ وقت اور حالات کے مطابق اپنی طبیعت کو فوراً بدل لیتے تھے۔ کبھی بذلہ سنج اور ہنسنے ہنسانے کے لیے بن جاتے۔ کبھی کے ساتھ بچوں کی طرح توتلی باتیں بھی کرتے۔ انہیں خوش رکھنے کی ہر ممکن جائز کوشش فرماتے۔ گود میں اٹھا کر پیار کرتے

بڑوں کے ساتھ بڑوں والی باتیں بھی کرتے۔ روتی ہوئی محفل کو منٹوں میں ہنسا دیتے۔ لطیفے سناتے۔ عمدہ عمدہ چٹکلے جو کہ اخلاق سے گرے ہوئے نہ ہوتے سناتے۔ شہر کی ۔ ان کے زمانے میں بڑی عمر کے شاگرد اور عزیز رات گئے تک کبھی کبھار محفل گرم کرتے، جہاں حدود شریعت کے اندر ہنسی مذاق کا دور چلتا رہتا۔ اس کے برعکس ہنستی ہوئی محفل کو احکام الٰہی سنا کر اور ڈرا کر رُلا بھی دیتے۔

خود شاعر تھے۔ فضل تخلص کرتے تھے۔ اقبالؒ، جامیؒ، اکبرؒ اور غالبؒ ان کے پسندیدہ شاعر تھے۔ مگر ان کی شاعری عشق حبیبؐ۔ عشق دیار حبیبؐ تک محدود تھی۔ ان کے کلام کا مجموعہ میرے پاس موجود تھا جو کہ بد قسمتی سے کہیں رکھ کر بھول گئی ہوں۔ بڑا عمدہ اور سادہ کلام تھا، اثر انگیز بھی اتنا کہ جنہیں دیار حبیبؐ دیکھنے کی چاہت ہو اگر وہ یہ کلام سن پائیں تو ان کی آرزوئیں تیز تر ہونے لگیں

ارکانِ اسلام کی پابندی فرماتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں حج بیت اللہ کی سعادت بھی نصیب فرمائی تھی۔ صرف ایک دفعہ حج کے لیے تشریف لے گئے تھے ۱۹۵۲ء میں۔ اس کے بعد ان کی تشنگی اور بڑھ گئی تھی مگر اتفاق سے

دوبارہ یہ سعادت حاصل نہ کر سکے۔ مدینہ طیبہ اور حجاز میں گزارے ہوئے لذت بخش لمحات اور روح پرور اذانوں کا کیف و سرور وہ تمام حیات محسوس کرتے اور تڑپ تڑپ کر رو پڑتے۔ بار بار دعا فرماتے کہ :

"اللہ پاک مجھے بار بار لے جائیں۔ یہاں تک کہ اسی سفر میں میرا خاتمہ بالخیر ہو جائے"۔

مگر جیسے اللہ پاک کو منظور۔ ان شاء اللہ ان کی وہ تڑپ اور آرزو رائیگاں نہیں جائے گی۔ اللہ پاک جو کہ بہتر اجر دینے والے ہیں۔ انہیں ضرور اجر دیں گے۔

حجاز، عرب کے قراء کرام کی تلاوت وہ بڑے شوق سے سماعت فرماتے تھے۔ یہاں تک کہ کہیں دور سے کسی ریڈیو پر انہیں عبدالباسط، عبدالصمد صاحب کے پڑھنے کی آواز سنائی دیتی تو فوراً وہ اسٹیشن تلاش فرما کر تلاوت سماعت فرماتے۔ یا کوئی اور قاری صاحب پڑھتے ہوں، آپ گہری نیند سے بھی تڑپ کر بیدار ہو جاتے اور کلام پاک سن کر محظوظ ہوتے۔ یہ ان کا کلامِ پاکِ الٰہی سے خاص لگاؤ کا نتیجہ تھا۔

گھریلو زندگی

قاری صاحب مرحوم نے دو نکاح کیے۔ پہلے نکاح سے کوئی اولاد نہ تھی اور بیوی صاحبہ بھی ایک ڈیڑھ سال زندہ رہ کر قادرِ حقیقی سے جا ملیں۔ دوسرے نکاح سے ان کے پس ماندگان میں صرف تین بچے ہیں۔ ایک لڑکا قاری افضال الحق اور دو لڑکیاں حلیمہ اور ام کلثوم بقیدِ حیات ہیں۔

ان کا اپنے گھر والوں سے ساری عمر اتنا اچھا سلوک رہا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ

علیہ وسلم کے اتباع کی حتی الامکان پوری کوشش فرماتے۔ اللہ تعالیٰ انہیں جزائے خیر دیں۔ آمین۔

انہوں نے اپنی اولاد کو دنیوی تعلیم کی بجائے دینی تعلیم دلانا اپنا فرض سمجھا۔ نمازِ پنجگانہ پابندی سے شروع میں پڑھوایا کرتے تھے۔ اور بچپن ہی میں عادت ڈالتے تھے۔ جب بچے اور سب گھر والے پنجگانہ نماز پڑھنے لگ گئے تو وہ مطمئن ہو گئے کلام پاک خود اپنے بچوں کو پڑھایا۔ اس کی روزانہ عادت ڈالنے کے لیے صبح بلا ناغہ خود سماعت فرمایا کرتے تھے۔ صبح کے وقت روزانہ منزل کے علاوہ سورۂ یٰسین بھی پابندی سے پڑھنے کی عادت ڈالی۔ جمعۃ المبارک کے دن سورہ کہف کی پابندی کی بھی عادت ڈالی۔

بھائی قاری افضال الحق صاحب کو سند یافتہ قاری بنایا اور دیگر دینی علوم سے بھی روشناس کرایا تاکہ قیامت کے روز وہ سرخرو ہو سکیں۔ وہ لاڈلی طبیعت کے مالک تھے۔ کسی روز طبیعت تساہل پر آمادہ آتی تو شرارتاً کہتے:

"ابا جان! آج سنانے کی چھٹی۔"

آپ لاڈ سے سمجھاتے:

"بیٹا! مجھے تو اس دنیا میں جو کچھ ملا ہے کلام پاک کی بدولت ملا ہے اس کا ناغہ نہ کیا کرو۔"

وہ کلام پاک پکڑ کر بیٹھے ہی ہوتے اور مذاق میں یہ بات کہہ دیتے تھے۔ اباجی کے فرمان کے ساتھ ہی کلام پاک سنانا شروع کر دیتے تو ابا جان معصوم بچوں کی طرح خوش ہو کر بیٹے کی پیٹھ پر پیار سے تھپکیاں دیتے اور اس کو لاکھوں

Marfat.com

دعائیں دیتے۔ روزانہ کی عادت پختہ کرنے کے لیے ان کی بھی روزانہ منزل سناکرتے
قاری افضال الحق صاحب حافظِ کلام پاک بھی ہیں۔ آخری تین سالوں میں
جبکہ قاری صاحب مرحوم نقاہت کے باعث کسی مسجد میں جاکر نماز تراویح پڑھنے
سے معذور ہو گئے تھے تو گھر پر ہی افضال صاحب کی سماعت فرمایا کرتے تھے
محترم قاری صاحب اپنی زندگی میں اعزہ کے ساتھ نہایت حسن سلوک سے
رہے۔ اعزہ کی وفات کے بعد بھی حقِ قرابت داری نہایت حسن وخوبی کے
ساتھ نباہتے رہے۔ ان کے لیے کلام پاک پڑھ پڑھ کر اور فی سبیل اللہ
غربا میں بانٹ کر انہیں ایصالِ ثواب کرتے رہے۔
قربانی بڑے اہتمام سے کرتے تھے۔ اعزہ کی طرف سے بھی قربانی کرتے
رہتے اور رسولِ اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لیے بھی قربانی دیتے تھے۔
میرے لیے وہ نہ صرف شفیق باپ تھے بلکہ میرے محسن اور مکرم استاذ
تھے۔ انہیں کھو کر ہم نے بہت کچھ کھو دیا ہے۔ اللہ پاک انہیں غریقِ رحمت
فرما دیں اور ہمیں ان کے نقشِ قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائیں۔ اور ان کی
اولاد میں ان کا نام باقی رکھیں۔ آمین یا الٰہ العالمین

Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حضرت قاری صاحب رحمۃ اللہ علیہ

قاری افضال الحق صاحب

مولانا قاری خدا بخش[1] صاحب فرماتے ہیں:-

"مجھے اتنا معلوم ہے کہ میں سنہ ۱۹۱۰ء میں امرتسر آیا۔ یہاں اس وقت قرآن مجید کا کوئی مدرسہ نہ تھا۔ سوری گنج شیخ بوڑھے کی مسجد میں مولانا نور احمد صاحب قدس سرہٗ کی خدمت میں گیا۔ میں مولانا سے ایک ایک آیت پوچھ کر یاد کرتا رہا۔ اس وقت قاری فضل کریم صاحبؒ سات آٹھ سال کے ہوں گے۔ میرے پاس آکر پڑھتے رہے آٹھ دس پارے مجھ سے پڑھے۔ قاری صاحب کی والدہ ثانی تھیں وہ خورد و نوش میں انہیں تنگ رکھتیں۔ لہٰذا اوقات خورد و نوش کا ناغہ ہو جاتا۔ قاری صاحب مدرسہ ہی میں رہتے تھے۔ آپ کے والد صاحب آپ کے کھانے پینے کا بندوبست کرتے تھے۔

---

[1] مولانا قاری خدا بخش صاحب، قصبہ کانٹھ ضلع مراد آباد کے رہنے والے ہیں۔ الحمد للہ بقید حیات ہیں۔ حضرت قاری صاحب کے اساتذہ میں سے ہیں۔

امرتسر میں تجوید و قراءت کا کوئی انتظام نہ تھا۔ میں تجوید حاصل کرنے کے لیے لکھنؤ چلا گیا۔ میرے بعد مولانا نور احمد صاحب نے کھانے کا انتظام کر دیا۔ میں لکھنؤ سے قاری کریم بخش کو امرتسر لے آیا تھا۔ قاری کریم بخش نے امرتسر پڑھانا شروع کر دیا اور میں خود دوبارہ سبعہ پڑھنے کے لیے لکھنؤ چلا گیا۔ قاری فضل کریم صاحب حافظ عبداللطیف سنبھلی (جو مسجد خیرالدین میں پڑھاتے تھے) کے پاس چلے گئے اور غالباً قرآن مجید بھی ان ہی کے پاس پورا کیا اور تجوید کی کتابیں قاری کریم بخش سے پڑھیں۔ اس کے بعد قاری صاحب لاہور آ گئے اور سال رو ڈیڑھ ڈاکٹر عزیز الدین کے ہاں پڑھاتے رہے۔ اس کے بعد ضلع گورداسپور میں بھی کسی کے ہمراہ گئے اور کچھ مدت وہاں رہے۔ اس کے بعد مسجد چینیانوالی لاہور میں تقریباً ۲۰ سال پڑھایا۔ وہاں سے علیحدہ ہو کر موتی بازار مسجد نور میں مدرسہ تجوید القرآن کی بنیاد رکھی۔"

میرے اباجان محترم قاری فضل کریم صاحب کی طبیعت مال و دولت کی ہوس سے عاری تھی۔ ایک واقعہ عرض کروں جو کہ نوعیت کے اعتبار سے معمولی سا ہے مگر ان کی فیاضی کی یقیناً صحیح عکاسی کرتا ہے۔

واقعہ یوں ہے کہ ایک لڑکی جو کہ سراج الدین صراف کی نواسی تھی ان کی صرافہ کی دکان کشمیری بازار میں ہے۔ ہماری اس بہن صاحبہ کا اسم شریف باجی کوکب ہے۔ انہوں نے اباجان سے کلام پاک پڑھا ہے۔ باجی کوکب نے

نہایت کم عمری میں کلام پاک ختم کیا تھا۔ خدا معلوم کم گو تھیں یا ویسے ہی شرمیلی طبیعت کی مالک تھیں، بہت کم بولا کرتی تھیں۔ کلام پاک ختم کے موقع پر انہوں نے ایک ہزار کی خطیر رقم اباجان کے حضور پیش کی مگر منہ سے کچھ نہ کہا۔ عام طور پر شہر میں رواج تھا کہ کلام پاک کے ختم پر طالب علم کے والدین مٹھائی بھیجتے اباجان اور دیگر گھر والوں کے کپڑے وغیرہ بنا کر دیا کرتے تھے۔ انہوں نے نہ تو شیرینی بانٹی اور نہ ہی کوئی اور رسم ادا کی۔ بس بچی نے رقم اباجان کے حوالے کر دی۔ ساتھ ہی ان کے نانا صاحب نے چار ہزار روپے اباجان کے ہاتھ تھما دیے۔ انہوں نے بھی کچھ نہ فرمایا۔

یہ تقریباً ۱۹۵۵ء کا ذکر ہے۔ انہی دنوں مدرسہ تجوید القرآن کی پرانی عمارت منہدم کر کے ازسرِ نو تعمیر کیا جا رہا تھا۔ مخیر حضرات تعمیر کے کام میں گرم جوشی سے حصہ لے رہے تھے۔ اباجان نے یہ رقم اپنے پاس نہیں رکھی۔ حالانکہ جب وہ یہ رقم دے کر گئے تھے، اس وقت باجی کو کب، ان کے نانا جان اور میرے اباجان کے علاوہ چوتھا کوئی شخص موجود نہ تھا۔ وہ چاہتے تو کسی دوسرے کے ساتھ اس رقم کا ذکر تک نہ کرتے۔ ہم خود کرایہ کے مکان میں رہتے تھے مگر ان کی بے غرض طبیعت نے اس بات کو گوارہ نہ کیا۔ بے چون وچرا وہ رقم مدرسہ کے فنڈ میں جمع کروا کے مبلغ پانچ ہزار کی رسید ان کے حوالے کر دی۔ گھر والوں نے پوچھا کہ وہ مدرسہ کے لیے دے کر گئے تھے؟ فرمانے لگے کہ:

"انہوں نے رقم دیتے وقت کچھ کہا نہیں تھا۔ ویسے بھی مدرسہ

Marfat.com

کو اس وقت پیسے کی اشد ضرورت ہے۔ دینی ضرورت کا پورا ہونا بہت ضروری ہے۔ دنیاوی ضرورتیں تو اللہ پاک پوری کر ہی رہے ہیں "

اللہ پاک جس کو چاہیں عزتوں سے نوازتے ہیں۔ ابا جان مرحوم باوجود غریب، معذور ہونے کے دینی حلقوں میں بہت مقبول تھے۔ یہ اللہ پاک کا خاص فضل وکرم تھا۔ دنیا دار بھی انہیں قدر کی نگاہوں سے دیکھتے تھے۔ بعض حاسد طبیعتیں کسی کا عروج دیکھ نہیں سکتیں اور اذیت کے درپے رہتی ہیں۔ ابا جان کے ساتھ بھی اکثر یہی کچھ ہوتا رہتا تھا۔ ان کے ہم مشرب لوگ ہی ان سے خار کھاتے مگر یہ اپنی متواضع طبیعت کے باعث کسی سے جنگ نہیں کرتے تھے، بلکہ ہمیشہ دوسروں کا بھلا ہی سوچتے اور کرتے تھے۔ مگر وہ خواہ مخواہ لڑنے جھگڑنے پر تل آتے تھے۔

ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ ابا جان نے اپنے کسی مدرسے میں اپنے ایک شاگرد کو وہاں کے مدرس کے پاس ـــ کام کی غرض سے بھیجا۔ اپنا کام کرنے کے بعد وہ شاگرد واپس آگیا مگر وہاں کے مدرس بہت برانگیختہ ہوتے اور انہوں نے الزام لگایا کہ آپ کا شاگرد میرے شاگردوں کو ورغلا کر آپ کے مدرسے لانا چاہتا تھا۔ آپ نے جس طالب علم کو بھیجا تھا اسے بلا کر حقیقت حال دریافت فرمائی اس نے حلفیہ بیان دیا کہ میں نے کسی طالب علم سے بات کرنا تو درکنار، آنکھ اٹھا کر بھی نہیں دیکھا۔ آپ اسی شاگرد کو ساتھ لے کر اس مدرسے میں گئے، طالب علموں سے دریافت کیا۔ کسی سے کوئی بات کی ہوتی تو کوئی کہتا۔ مگر مدرس

Marfat.com

صاحب بضد تھے کہ نہیں اس نے ورغلایا ہے۔ اباجان نے خود اس شاگرد سے بھی معافی منگوائی کہ بچے نے اگر کوئی بات کی ہے تو غلطی کی ہے۔ آپ مجھے معاف کر دیں۔ یہ تھی ان کی طبیعت کہ بغیر قصور کے معافی مانگ کر بات کو ختم کر دیتے تھے اور لڑائی جھگڑے سے سخت نفرت کرتے تھے۔

خود استاد تھے مگر اپنی اولاد کے اساتذہ اور دیگر اساتذۂ کرام کے وقار کا بہت خیال فرماتے تھے۔ ایک واقعہ عرض کروں۔

میری چھوٹی باجی نے ابتدائی تعلیم مسجد چینیانوالی کے ملحقہ سکول میں حاصل کی۔ جس کا نام "مدرسہ بنات المسلمین" ہے۔ وہاں اس زمانہ میں کلام پاک کی تعلیم کے لیے لائق قراء کرام متعین تھے۔ جن سے طالبات کلام پاک پڑھا کرتی تھیں۔ طالبات کی زیادہ تعداد کے پیش نظر ہر کلاس کو دو دو فریق میں تقسیم کر دیا گیا تھا۔ ایک فریق کے استادِ محترم کا اسم شریف تھا قاری دل محمد صاحب اور دوسرے بزرگوار قاری بہاری صاحب تھے۔ قاری بہاری صاحب عمر رسیدہ بزرگ تھے اور قاری دل محمد صاحب نوعمر تھے۔ قاری بہاری صاحب سے لڑکیاں ذرا کم ہی دبتی تھیں۔ ایک دفعہ قاری دل محمد صاحب چھٹی پر تھے اور ان کی کلاس بھی قاری بہاری صاحب کے ذمہ تھی۔ لڑکیوں نے ان کا ناک میں دم کر رکھا تھا۔ ایک لڑکی ذرا زیادہ ہی گستاخ طبیعت تھی۔ ان دنوں مولی کی سبزی کے دن تھے۔ لڑکی ایک بڑی ساری مولی لے آئی اور لاکے قاری بہاری صاحب کو دکھا کر پوچھنے لگی:۔

"قاری صاحب مولا کھاتا اے"؟

وہ آگ بگولا ہو گئے۔ بچی کو پکڑنے دوڑے تو وہ بھاگ گئی۔ دوسرے دن قاری دل محمد صاحب تشریف لائے تو انہوں نے شکایت کی۔ قاری دل محمد صاحب نے میری باجی کو چولہے کی راکھ لا کر اس گستاخ لڑکی کے منہ میں ڈالنے کو کہا باجی ان کے حکم کے ساتھ اٹھ تو کھڑی ہوئی۔ مگر کچھ تذبذب میں پڑ گئی۔ قاری صاحب موصوف نے دریافت فرمایا کہ تم اس کے منہ پر راکھ کیوں نہیں ڈال رہی۔ باجی نے کہا۔ یہ باہر جا کر مجھے مارے گی۔ وہ فرمانے لگے اس کی مار کا ڈر ہے میری مار کا ڈر نہیں۔ اس لڑکی کے منہ میں انہوں نے خود راکھ ڈالی اور باجی کے منہ پر ایک شدید تھپڑ رسید کیا۔ باجی توازن برقرار نہ رکھ سکیں، کلام پاک رکھنے کی چوکیوں کے ساتھ ان کا سر ٹکرایا اور پھٹ گیا۔ خون کے فوارے ابل پڑے، مرہم پٹی کے لیے باجی کو بھیجا گیا۔ صورتِ حال کا صحیح علم جب ابا جان کو ہوا تو وہ الٹا باجی کو ناراض ہوئے کہ:۔

"تم نے کہا کیوں نہیں مانا تھا۔ جاؤ اب جا کر معافی مانگو"

باجی کہنے لگیں:۔

"انہوں نے میرا سر پھوڑا ہے میں نے ان سے نہیں پڑھنا"

فرمانے لگے:۔

"تمہاری غلطی کی سزا ملی ہے۔ معافی مانگو۔ اگر معافی مل جائے تو تم ہماری بیٹی ہو گھر آ جانا۔ اگر معافی نہ مانگو یا معافی نہ ملے تو گھر نہ آنا"

ساتھ ہی اپنے ایک شاگرد کو بھیج کر معافی منگوائی اور یوں دوسرے استاد

وقار قائم رکھا۔

فوٹو کھچوانے سے احتراز

قاری نذیر صاحب راوی ہیں کہ:۔

"مجلس ابنائے قدیم کے بعض رفقا نے قاری صاحب مرحوم سے بطور یادگار فوٹو کھچوانے کی درخواست کی۔ مگر قاری صاحب نے سختی سے منع فرما دیا۔"

"ایک دفعہ حافظ رمضان الحسن (جو کہ حضرت قاری صاحبؒ کے شاگرد تھے) کی شادی کے موقع پر فوٹو گرافر کا انتظام کیا گیا۔ حافظ رمضان صاحب کا نکاح حضرت قاری صاحبؒ ہی نے پڑھانا تھا۔ فوٹو گرافر صحیح کیمرہ لائے تھے، مگر خدا کی قدرت پوری کوشش کے باوجود وہ حضرت قاری صاحبؒ کا فوٹو اتارنے میں ناکام رہے۔"

"ایک دفعہ رات کو بستر پر گئے تو فرمانے لگے: مجھے ایک شیر بار بار کھانے کی کوشش کر رہا ہے۔ بہت پریشانی ہوئی کہ آخر بات کیا ہے۔ تلاش کے بعد معلوم ہوا کہ ایک ٹیبل لیمپ پر شیر کی تصویر بنی ہوئی ہے۔ یہ تصویر مٹا دی گئی۔ تب نیند آئی۔"

حضرت قاری صاحبؒ نے اپنی ساری زندگی قرآن مجید کی خدمت کے لیے وقف کر دی اور جہاں تک ہو سکا سنت نبوی کے متبع رہے۔ حق تعالیٰ مغفرت

فرمائیں ۔ اور آپ کے درجات بلند فرمائیں ۔ آمین ۔

ربنا تقبل منا انك انت السميع العليم
وتب علينا انك انت التواب الرحيم

(یہ مضمون قاری افضال الحق صاحب کا ہے ۔ آپ حضرت قاری صاحب کے فرزند ارجمند ہیں ۔)

Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

یا استاذی

حافظ قاری عبد المجید صاحب ایبٹ آبادی مدرس حال سعودی عرب

حفظت القرآن الكريم بمدينة لاهور في باكستان الغربية لدى سيدها الشيخ المقرئ فضل كريم بن آفتاب احمد الامرتسري رحمة الله عليه. وتقع هذه المدرسة في موقع طيب وتتألف من طابقين علوي و سفلي و لها ساحة و سيعة و حجرات كثيرة و مساكن للطلبة و المدرسين.

كلما يدخل فيها المؤمن يفرح قلبه و ينشرح صدره لما يسمع من اصوات ترتيل القرآن الكريم المجودة كانها مزامير داود عليه السلام ولا يسمع فيها الا اصوات القرآن ولا يرى فيها الا حلقات العلم و الذكر و القرآن.

يحزن المؤمن على فراق هذه الحلقات الطيبة وان منظر هؤلاء الطلاب الصغار حفاظ لكتاب الله عزوجل يبهج و يسر كل من رآه ممن في قلبه مثقال ذرة من الايمان ويدخل الرهبة و الكآبة في قلوب المنافقين لما جبل عليه هؤلاء الصغار من اخلاق حسنة ساحته و محافظ على الصلاة و غيرة على

Marfat.com

الدين و نذروا انفسهم لنشرة و حمايته و تدرس فيها الطلبة من ابناء المدينة لاهور و غيرهم الذين يتركون اوطانهم داهاليهم و يتحملون مشاق السفر فى طلب العلم من بلدان شتى و من قبائل شتى و تدرس هذه الطلبة الدين عند اهل الحق الذين يبلغون الحق و الدين الاسلامى الذى جاء به الرسول محمد صلى الله عليه و سلم لا يريدون جزاء و لا شكورا و يؤدون واجباتهم بشكل منظم و لا يخافون فى الله لومة لائم و يصبرون على ايذاء من اولى الامر و من اعداء الاسلام و اما المدارس الحكومية الرسمية فانها خالية من الهدى و مليئة بالضلالات التى غرسها فيها الانجليز عدو الاسلام الدور فى زمن حكم الانجليز و تسلطه على الهند قامت طائفة من اهل الحق بستان دينهم و اعتنت به و رعته بانشاء المدارس الاهلية الاسلامية فغضب الانجليز الكافر و اغلق المدارس الدينية فى اوائل استعماره و انتج الجامعات المختلطة للمسلمين و للهندوكيين و للمسيحيين و لكن بفضل الله عزوجل و بعونه جاء الحق و زهق الباطل ان الباطل كان زهوقا نصر اهل الحق و الاسلام تنويقهم و فتحت اعداد كبيرة من المدارس الدينية الاهلية على حساب اهل الخير و هذه المدرسة فرع من هذه

المدارس الاسلامية۔

رخص لی ابی رحمه الله تعالٰی فی السفر لتعلیم الدین الی مدینة لاهور و تعلمت فیها سنوات بعد انتهائی من المیترک وکان مدیر هذه المدرسة رجلا فاقد البصر و هو الشیخ المقری فضل کریم رحمة الله علیه و حفظت القرآن الکریم علی یدیه وکنت أکتب له الرسائل و استمع له لانه کان لا یبصر وکنت اقوده الی البیت والمدرسة و السوقة و افتخر بخدمته۔

عندما ذهبت الیه لطلب العلم کان قد بلغ علیه الستین تقریبا من عمره ولکنه لا یزال مثل الشاب النشیط و کانت صحته جیدة لم تسقط له سن وکان جمیل الصوت یسحر الانسان من صوته. کلما یرتل القرآن لا یتصنع ولا یلحن فیه وکان یمازح الطلبة و یدخل السرور علی قلوبهم وکان خطیباً فی مسجد الجامع من جامعات لاهور و کان یخطب احیانا فی الحفلات الدینیة و زاده الله فی العلم و الجسم و اذا کلمه الانسان لا یعرف انه کفیف البصر ام لا وکان قوی الصوت تخاف الطلبة ■ المدرسین منه۔

وکان یراقب المدرسین و الطلبة و یحثهم علی الاجتهاد وکان یدور فی اللیل علی مساکن الطلبة یسدحوا أبجهم و

يفرق بين اخلائهم وكان عادلا إذا تنازعا طالبان او
مدرسان في شيء كان يحكم بينهم بالعدل و إذا اخطأ
في حكمه رجع وطلب السماح من المظلوم

و انا اذكر الايام التي قضيت معه و ابكي على فراقه و
ترك من اولاده ابن الحافظ افضال الحق و بنتان ومات
في عام ١٢٩٠ هـ ارجو من الله عز وجل ان يجعل الجنة
مثواه و الخلود فيها و ان يغفر له و يرحمه و يجمعنا
على حوض نبيه محمد عليه افضل الصلاة و السلام في جنان
الخلود و الحمد لله رب العالمين.

Marfat.com

حافظ قاری فضل کریم صاحبؒ

احمد خالد عمر صاحب بی اے آنرز، ایم اے علیگڑھ پروفیسر سندھ مسلم کالج کراچی

یہ بات کسی کو نہیں معلوم کہ مومن
قاری نظر آتا ہے حقیقت میں ہے قرآن (اقبال)

حافظ صاحب سے ملاقات کا شرف مجھے بس بیس سال قبل حاصل ہوا جب میں اپر سندھ کالونی، کراچی میں محمد یوسف سیٹھی صاحب کے مکان کے متصل اوپر والے فلیٹ میں کرایہ دار تھا۔ سیٹھی صاحب پکے مسلمان تھے اور مدارس کے قیام میں دن رات کوشاں رہتے تھے۔ حافظ صاحب ان کے قدیم دوست تھے اور رمضان میں تراویح میں قرآن مجید سنانے کے لیے سیٹھی صاحب کے وہ مہمان رہتے تھے۔ حافظ صاحب نابینا تھے اس لیے ان کا ایک شاگرد، ان کی خدمت کے لیے ان کے ساتھ لاہور سے آیا تھا۔ اس طرح چند رمضانوں میں میں نے سیٹھی صاحب کے گھر پر نمازِ عشاء اور تراویح میں شرکت کی۔ ۱۹۵۸ء میں مکان چھوڑنا پڑا کیونکہ مالکِ مکان تبدیل ہوگیا تھا اور نئے مالک نے اپنی ضرورت ظاہر کر کے خالی کرالیا۔ اگر چند سال عدالت میں صرف نہ کیے جاتے تو مکان پہلے ہی خالی کر دینا

Marfat.com

پڑتا۔ پھر اس کے بعد حافظ صاحب اپنے جلیس بول کے مرض میں وجہ سے ضعیف ہو گئے تھے اور کراچی نہیں آتے تھے۔ ایک

ایک مرتبہ لاہور میں ان کے گھر پر بھی ملاقات کا موقع ملا۔ حافظ صاحب بہت زیادہ خلیق اور ملنسار تھے اور صرف میرے سلام کرنے کی آواز سے مجھے پہچان لیا کرتے تھے۔ لیکن حافظ صاحب کی سب سے بڑی خوبی جس نے مجھے بہت متاثر کیا وہ ان کا طرزِ ترتیلِ قرآن تھا۔ ہر لفظ اچھی طرح ادا ہوتا تھا۔ ثواب بیان کرنے والی آیتوں کے موقع پر انبساط ظاہر ہوتا تھا اور عذاب بیان کرنے والی آیتوں کے وقت گھبراہٹ ظاہر ہوتی تھی۔ احکام بیان کرنے والی آیتیں زور اور تاکید کے ساتھ ادا ہوتی تھیں۔ یہ سارا لطف میرے لیے خصوصی لذت رکھتا تھا کیونکہ میں ہر آیت کا ترجمہ سمجھتا جاتا تھا اور یوں پورے قرآن کے مطالب ایک ہی ماہ میں تازہ ہو جاتے تھے۔ ویسے میرا معمول ایک رکوع روزانہ کا ہے جو اللہ کے فضل وکرم سے سال بھر جاری رہتا ہے اور یہ عادت، تیس سال سے زائد عرصہ سے قائم ہے یعنی اسکول کے آخری درجوں کے زمانہ سے۔ والد صاحبؒ بھی ہر سال حافظ صاحبؒ سے ملاقات کرتے تھے اور اپنے مکان ہی میں بیٹھ کر ان کی اقتدا تراویح میں کرتے تھے کیونکہ ٹانگوں میں پرانی تکلیف تھی۔ والد صاحبؒ کی وفات کو تقریباً دو سال ہو گئے۔ قرآن فہمی کا یہ شوق مجھے ان ہی سے ملا تھا اور ان کا زندگی بھر یہی معمول رہا کہ قرآن مجید کو سمجھ کر پڑھیں اور اسی کے مطابق عمل بھی کریں، اور مضامین بھی لکھیں۔ وہ فرماتے تھے کہ بغیر سمجھے پڑھنے سے حقِ تلاوت ادا ادا ہو ہی نہیں سکتا۔ اَلَّذِیۡنَ اٰتَیۡنٰہُمُ الۡکِتٰبَ یَتۡلُوۡنَہٗ حَقَّ تِلَاوَتِہٖ ط

Marfat.com

حافظ صاحبؒ کے سینکڑوں شاگرد ماشاءاللہ حافظ اور قاری بن چکے ہیں، مدرسوں میں پڑھا رہے ہیں۔ قرآن سنا رہے ہیں اور بعض تو مدرسے چلا رہے ہیں۔ ان کے ہر شاگرد میں ترتیل کی وہی صفت پائی جاتی ہے صرف استاد اور شاگرد کا فرق ہے۔ میں ان کے دو تین شاگردوں سے بھی قرآن سن چکا ہوں، بہ سہولت مجھے ترجمہ سمجھنے کا لطف آتا رہا۔ اللہ تعالیٰ ان کے اس خصوصی کام کو زیادہ سے زیادہ بڑھائے اور سارے ملک میں پھیلا دے۔

اللّٰھم زد فزد۔

اگر اسی طرح ہر حافظ رمضان میں قرآن مجید سنائے اور لوگوں کو قرآنِ مجید کو ترجمہ کے ساتھ پڑھنے کی اہمیت کا علم بھی ہو جائے تو ہر مسجد میں ایسے لوگوں کی تعداد بہت ہی زیادہ بڑھ جائے گی جو "پڑھے لکھے" تو کہلاتے ہیں، لیکن قرآن مجید کے علاوہ ہر کتاب کو سمجھ کر پڑھتے ہیں۔ عربی زبان نہ جاننے کا عذر ہرگز معقول نہیں ہو سکتا کیونکہ ہر زبان میں مستند ترجمے موجود ہیں اور متن کے ساتھ ترجمہ بھی پڑھنے کو اگر معمول بنا لیا جائے تو خود بخود تھوڑی بہت عربی آ جاتی ہے اور عربی دانی بڑھتی بھی جاتی ہے۔ اور یہ بھی قرآن کریم کا ایک معجزہ ہے۔ تراویح میں شرکت تو میں نے برسوں کی ہے لیکن جو لطف اور استفادہ حافظ صاحب کی قیادت میں حاصل ہوا وہ اپنی مثال آپ ہے۔

اللّٰھم اغفر لہ وارحمہ انہ عبدک وانہ کان یتلو کتابک حق تلاوتہ

Marfat.com

نوٹ :۔

ایک اور بات بھی حافظ صاحبؒ کے متعلق یاد آئی جس سے ان کی گہری قرآن فہمی اور اسلامیت کا پتہ چلتا ہے اور جو آج کل بہت کم لوگوں میں پائی جاتی ہے۔ وہ یہ ہے کہ "حبسِ بول" کے مرض کی وجہ سے وہ متفکر اور پریشان رہتے تھے اور پریشانی کی خصوصی وجہ انہوں نے یہ فرمائی تھی کہ :۔

"اس کے علاج کے سلسلہ میں بے ستری ہوتی ہے"

ان کے اس تبصرہ نے مجھے بہت متاثر کیا۔ اللہ تعالیٰ ہر مسلمان میں یہی احساسِ حیا پیدا کر دے اور ہر مسلمان کو ہر مرض سے اور ایسے ہر علاج سے محفوظ رکھے آمین ثم آمین یاالٰہ العالمین

ربنا تقبل منا انك انت السميع العليم

وتب علينا انك انت التواب الرحيم

Marfat.com

یادِ اُستاذِ المکرّم

قاری محمد اقبال صاحب

استاذنا المحترم و مخدومنا المکرم حضرت قاری فضل کریم صاحب کی خدمت میں جب میں حاضر ہوا تو کچھ پارے پہلے سے مجھے یاد تھے، صرف آخری پارے باقی تھے وہ حضرت قاری صاحب ہی سے یاد کیے اور منزل تقریباً دو سال تک سناتا رہا اس لیے گویا سارا قرآن مجید قاری صاحب ہی نے مجھے پڑھایا۔

میری تعلیم کے دوران ایک دفعہ والد ماجد صاحب تشریف لائے، تو قاری صاحب نے ان سے فرمایا:

"اس بچے کو تو قرآن مجید کے لیے وقف کر دیں"

چنانچہ حفظ کے بعد حضرت قاری صاحب کے ارشاد کے مطابق درجہ تجوید میں داخلہ لے لیا۔

روایتِ حفص کے بعد مجھ پر خصوصی شفقت فرماتے ہوئے، اپنے ساتھ مجھے معینِ مدرس رکھ لیا۔ اس خدمت کا شرف مجھے ایک سال تک حاصل رہا پھر مجھے روایاتِ سبعہ کا خیال دامن گیر ہوا تو حضرت نے کمال شفقت سے مجھے شاطبیہ کا اردو شرح عنایاتِ رحمانی تین جلدیں مکمل مرحمت فرمایا۔

جب میں سبعہ سے فارغ ہوا تو آپ سے مشورہ لیا۔ میں نے آپ کے

Marfat.com

مشورہ کے مطابق کتبِ درسِ نظامی شروع کر دیں۔ اس دوران وقتاً فوقتاً ملاقات ہوتی رہتی تھی۔ بعض اوقات مجھ سے آپ قرآن مجید سنتے اور خوش ہوتے نیز اس سلسلہ کو جاری رکھنے کی تلقین فرماتے۔

میں کچھ عرصہ دار القراء ماڈل ٹاؤن لاہور میں حضرت مولانا قاری محمد شریف صاحب کے پاس بھی معین مدرس رہا ہوں۔ ان ایام میں جب زیارت کے لیے حاضر ہوتا تو مسائلِ تجوید پر گفتگو فرماتے۔ بعض اوقات میں ان سے مرعوب ہو کر رک جاتا تو فرماتے "جواب نہیں دیتے ہو؟" غالباً آپ شوق و رغبت بڑھانے کی خاطر تجوید کے مسائل دریافت فرماتے تھے۔

آپ شاگردوں پر کڑی نگرانی رکھتے تھے۔ تراویح میں بعض اوقات بغیر اطلاع آ جاتے۔ قرآن مجید سنتے اور مناسب ہدایات دے دیا کرتے تھے۔ چنانچہ میں ایک دفعہ کشمیری بازار کی ایک مسجد میں قرآن مجید سنا رہا تھا۔ آپ تشریف لائے اور کچھ دیر سن کر چلے گئے۔ مجھے صبح اس وقت علم ہوا جب آپ نے خود اظہار فرمایا۔ پھر آپ نے چند مفید نصیحتوں سے بھی نوازا۔

ایک دفعہ میں حضرت مولانا محمد اجمل صاحب کے ہاں، مسجد رحمانیہ "قلعہ گوجر سنگھ لاہور میں قرآنِ مجید سنا رہا تھا۔ نماز سے فارغ ہو کر جب میں مسجد کے صحن میں آیا تو حضرت قاری صاحب صحن میں موجود تھے۔ مجھے اس جگہ نمازیوں کے سامنے ڈانٹتے ہوئے فرمایا:

"تیز مت پڑھا کرو اور رکوع میں کم از کم تین دفعہ آہستہ آہستہ تسبیح کہا کرو۔"

Marfat.com

جب میرا تقرر راولپنڈی مدرسہ تعلیم القرآن راجہ بازار میں ہوا، تو ایک دفعہ لاہور گیا، قاری صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ چاہتے تھے کہ آپ کے شاگرد پڑھنے کے بعد قرآن مجید کی خدمت کریں۔ آپ اس کام سے بہت خوش ہوئے اور دعائیں دیں۔

آپ وجیہ، بارعب اور بہترین منتظم تھے۔ معذور ہونے کے باوجود پورے مدرسہ پر آپ کا مکمل کنٹرول تھا۔ یہی وجہ تھی کہ بڑے اور چھوٹے سب اپنے اپنے کام میں تندہی سے مشغول رہتے تھے۔

طبیعت میں عاجزی اور انکساری تھی۔ خوش مزاج، خوش مزاح اور ملنسار تھے۔ اوقاتِ تعلیم کے علاوہ طلباء کے ساتھ خوش طبعی بھی فرماتے۔ آپ طلباء سے بے حد محبت کرتے اور طلباء بھی پروانوں کی طرح آپ کے ارد گرد جمع رہتے۔

ہمارے ملک میں جہاں تک ہمیں معلوم ہے، لوگ قراءت و تجوید سے بالکل ناآشنا تھے۔ قاری صاحب نے اس فن کو وہ فروغ دیا کہ مجودین حفاظ کی تلاوت سے، اللہ کی مساجد گونجنے لگیں۔ قاری صاحب کی تلاوت سے متاثر ہو کر بہت سے لوگوں نے اپنے بچوں کو حفظ کرانا شروع کر دیا بلکہ میں سچ کہتا ہوں کہ حضرت قاری صاحب کے شاگرد حفاظ جہاں کہیں پڑھتے تھے لوگ عش عش کر اٹھتے، اور اپنے بچوں کو حضرت قاری صاحب کے سپرد کر دیتے۔

آپ کی اس قدر شہرت ہوئی کہ ملک کے گوشے گوشے سے طلباء قاری صاحب کے پاس موتی بازار آنے لگے۔ یہ طلباء قرآنی موتیوں سے جھولیاں

پھر کر اپنے شہروں میں واپس جاتے اور لوگوں کو کتاب الٰہی اسی طرح تجوید کے ساتھ پڑھاتے تھے۔

جن طلباء نے آپ سے براہِ راست پڑھا وہ بھی شمار سے باہر ہیں اور پھر جو آپ کے شاگردوں کے شاگرد ہیں اور آئندہ قیامت ان شاء اللہ یہ سلسلہ جاری رہے گا۔ ان سب کا حدو حساب اللہ تعالیٰ ہی کو معلوم ہے ۔ ایک معذور کو اللہ تعالیٰ نے قرآنی خدمات کی وہ توفیق بخشی جس سے لاکھوں بینا محروم ہیں۔ یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے۔ اپنے زور بازو کی بات نہیں۔ ذلک فضل اللہ یو تیہ من یشاء واللہ ذوالفضل العظیم ۔

این سعادت بزور بازو نیست
تا نہ بخشد خدائے بخشندہ!

پس قاری صاحب اگرچہ ہم سے جدا ہو گئے ہیں لیکن ان کا مشن بفضلہٖ تعالیٰ زندہ ہے۔ ہماری دعا ہے کہ آپ کی تربت بقعۂ نور بنی رہے اور قیامت تک اس پر خدا کی رحمتیں چھم چھم برستی رہیں۔ حق تعالیٰ حضرت الاستاذ کو ہماری طرف سے جزائے خیر دیں۔ آپ کو جنات عدن نصیب فرمائیں۔ آپ کے درجات حق تعالیٰ بڑھاتے جائیں اور اس کا آپ کو حقیقی مصداق بنائیں کہ پڑھتے جائیں اور اعلیٰ مراتب پر چڑھتے جائیں۔

ہماری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں بھی ان کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق نصیب فرمائیں۔ آمین۔

Marfat.com

حضرت قاری صاحبؒ کے بارے میں چند تاثرات

از:۔ حافظ قاری فیوض الرحمٰن ایم اے (عربی، علوم اسلامیہ۔ اردو۔ فارسی)
صدر شعبۂ اسلامیات۔ گورنمنٹ کالج ایبٹ آباد

نَحْمَدُهٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِهِ الْکَرِیْمِ ط

قاری صاحبؒ سے پہلی ملاقات

۱۹۵۶ء کے رمضان المبارک، ۲۷ ویں شب کی بات ہے کہ تبلیغہ میں حضرت قاری صاحبؒ کے ایک شاگرد حافظ قاری محمد سلیم صاحب (کراچی والے) کی تلاوت سے متاثر ہوکر ۲۰/۵/۵۶ء کو آپ کی خدمت میں حاضر ہوا، اور قرآن کریم حفظ کرنے کا ارادہ ظاہر کیا۔ آپ نے بکمال شفقت مجھے اپنی شاگردی میں لے لیا۔ حفظ کے پہلے سال کا امتحان حضرت قاری صاحبؒ کے استاذ جناب حافظ قاری کریم بخش صاحبؒ نے لیا تھا۔ انہوں نے قاری صاحبؒ کی موجودگی میں کئی ایک مقامات مجھ سے سنے اور مجھے "قابلِ انعام" لکھا۔ اسی طرح دوسرے سال اور پھر تیسرے سال برابر "قابلِ انعام" لکھتے رہے۔ حضرت قاری صاحبؒ نے پہلے سال کے امتحان کے بعد میرا "قابلیتی وظیفہ" مقرر فرمادیا، مجھ سے پہلے پورے مدرسہ شاید دو تین طالب علموں کو یہ وظیفہ ملتا تھا۔ ایک کراچی کے قاری

Marfat.com

محمد سلیم صاحب تھے اور دوسرے مظفر آباد کے حافظ قاری خلیل الرحمٰن صاحب، (مقیم حال مدینہ منورہ)

ہمارا "روایت حفصؒ" کا امتحان بھی جناب قاری کریم بخش صاحبؒ ہی نے لیا تھا۔ اس وقت بھی حضرت قاری صاحبؒ تشریف فرما تھے۔ میرے پورے نمبر آ گئے ۲۰/۲۰ ترتیل وحدر میں اور اتنے ہی کتابوں میں۔ یہ سب حضرت قاری صاحبؒ کی محنت کا نتیجہ تھا۔ اس لیے کہ شاگرد کی امتیازی کامیابیاں استاذ کی قابلیت کا مظہر ہوا کرتی ہیں۔

تقریباً دو ڈھائی سال کے عرصہ میں، اللہ تعالیٰ کے خصوصی فضل و کرم اور حضرت الاستاذ کی خاص توجہ سے قرآن مجید حفظ کر لیا اور پھر وہیں تجوید و قراءت (روایتِ حفصؒ) کی کلاس میں داخل ہو گیا اور اتنا ہی عرصہ اس کی تکمیل پر لگا، گو میں اس وقت استاذِ محترم مولانا سید قاری حسن شاہ صاحب بخاری مدظلہ العالی کے درجہ میں تھا لیکن اس دوران میں بھی حضرت قاری صاحب میرا سپارہ باقاعدہ سنتے رہے۔ اس پانچ سال کے طویل عرصہ میں مجھے حضرت قاری صاحبؒ کا نہایت ہی قرب حاصل رہا۔ اخبارات، کتب عموماً مجھ ہی سے پڑھوا کر سنتے اور خطوط بھی مجھ ہی سے لکھواتے تھے۔ جب آپ کے اہل وعیال کوچہ کندیگراں سے "بھیا موسے" اپنے نئے تعمیر کردہ مکان میں منتقل ہو گئے تو وہاں سے حضرت قاری صاحبؒ کا کھانا لانے کی خدمت بھی میرے ہی سپرد تھی۔ مجھے کل دو ہی چیزوں کا تو شوق تھا، ایک قرآن کریم پڑھنے کا اور دوسرا قاری صاحب کی خدمت کا۔ میں اسی کو سب کچھ سمجھتا تھا۔ میرے اس زمانہ میں قاری صاحبؒ پڑھانے کے بعد کافی تھکاوٹ

Marfat.com

محسوس کرتے تھے۔ ہم دو چار طالب علم اپنا سبق و سیپارہ یاد کر کے قاری صاحبؒ کو دبایا کرتے تھے۔ کبھی وہ نہ ہوتے تو میں موجود رہتا تھا۔ ایک مرتبہ انہیں دباتے دباتے کافی رات گزر گئی۔ آپ سو گئے تھے، مجھے جانے کے لیے چونکہ آپ نے حکم نہ فرمایا تھا۔ اس لیے برابر دباتا رہا۔ اچانک آپ کی آنکھ کھلی تو ازراہِ شفقت فرمایا:

"استغفراللہ! ارے اللہ کے بندے اب تک دبا رہے ہو؟ کیا وقت ہے؟"

میں نے عرض کیا:

"ڈیڑھ دو بجے کا وقت ہوگا"

فرمانے لگے:

"تم گئے کیوں نہیں۔ اگر میں سو جاؤں تو مجھے سوتا چھوڑ کر اسی وقت چلے جایا کرو، جاؤ، جا کر آرام کرو، تمہیں اپنے آرام کا بھی خیال نہیں"

میرا ذاتی مشاہدہ ہے کہ ہر طالب علم کو قاری صاحبؒ کی ادنیٰ خدمت کر کے انتہائی خوشی ہوتی تھی۔ جب آپ کسی کام کے کرنے کو حکم فرماتے تو آپ کے ہر شاگرد کی یہ خواہش ہوتی تھی کہ اللہ کرے مجھے یہ کام سونپ دیں۔ جسے حکم ملتا، وہ بسر و چشم بجا لاتا۔ شاید میرے احباب ان باتوں پر حیران ہوں۔ لیکن میں نے مبالغہ سے بالکل کام نہیں لیا۔ اب اساتذہ کی خدمت کے جذبے کم ہو گئے ہیں۔ ان کا ادب و احترام نہیں رہا، استاد اور شاگرد کے مابین وہ علاقے ختم ہوتے جا رہے ہیں جو پہلے ہوا کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ حضرت علی المرتضیٰ سے راضی ہوں

Marfat.com

کیا ارشاد فرما گئے ہیں :۔

"اَنَا عَبْدُ مَنْ عَلَّمَنِیْ حَرْفًا وَّاحِدًا

کہ جس سے میں نے ایک حرف بھی سیکھا میں اس کا غلام ہوں "

علماء نے لکھا ہے کہ :۔

اپنے استاذ کی آواز سے اپنی آواز اونچا کرنا صریحاً ناشائستگی ہے

مجھے یاد نہیں کہ کبھی حضرت قاری صاحبؒ سے میں نے کھل کر اور بے باک ہو کر گفتگو کی ہو، ادب مانع رہتا، جو آپ نے پوچھا اس کا جواب دے دیا اور بس اور آپ کے تمام شاگردوں میں یہی بات پائی جاتی تھی۔ ایک مرتبہ ایک طالب علم نے بڑی بے باکی سے جواب دے دیا تو آپ ہنسنے لگے اور بعد میں بھی جب کبھی اس کی بات یاد آتی تو بے ساختہ ہنس پڑتے۔ قاری صاحبؒ نے اس طالب علم سے پوچھا :۔

"کیوں بھئی سبق یاد ہو گیا ہے؟" (بارعب آواز میں)

اس نے اسی لہجہ میں جواب دیا :۔

"ہور ہونڑا نہیں سی"

آج کل چونکہ نابینا حفاظ کی سرزنش مجلات میں ہدفِ تنقید بن رہی ہے اس لیے دوست یہ خیال نہ کریں کہ قاری صاحب کی مار سے یہ طلبہ سہمے رہتے تھے اور کھل کر بات نہیں کر سکتے تھے۔ حقیقت یہ ہے کہ حضرتؒ نے اس تمام عرصہ میں، مجھے مارا ہے نہ سزا دی ہے۔ میں علیٰ شاہد ہوں اور علیٰ شاہد کی شہادت

ہمیشہ معتبر تسلیم کی جاتی ہے۔ مجھے اس بات کا اعتراف ہے کہ مجھ سے بہت کوتاہیاں ہوئیں۔ قصور ہوئے۔ آپ کے ادب کا پورا لحاظ نہیں ہوسکا (اللہ معاف فرمائیں) لیکن قاری صاحبؒ نے ہمیشہ پیار سے سمجھادیا اور اصلاح کردی۔ اگر کسی غلطی پر آپ ناراض ہوجاتے تو واقعہ یہ ہے کہ جسمانی سرزنش تو کجا، آپ کی چشم غضب ناک برداشت نہیں ہوتی تھی۔

ہم نے الفت کی نگاہیں دیکھیں
جانیں کیا چشم غضب ناک کو ہم؟

آپ کی شفقت عام تھی، آپ کے سبھی شاگرد فرداً فرداً یہی سمجھتے تھے کہ حضرتؒ کو جتنی مجھ سے محبت ہے اوروں سے نہیں۔ سب سے زیادہ محبت مجھی سے ہے۔ میں نے اپنی تمام عمر میں حضرت الاستاذ حافظ الحدیث والقرآن مولانا محمد عبد اللہ صاحب درخواستی دامت برکاتہم اور حضرت قاری صاحبؒ جیسا شفیق استاذ کبھی نہیں دیکھا۔ کوئی شخص اپنے بیٹوں سے ایسی محبت و شفقت نہیں کرسکتا جتنی ان حضرات کو اپنے شاگردوں سے کرتے دیکھا ہے۔ حضرت قاری صاحب کے کسی شاگرد یا ملنے والے کو اگر کوئی تکلیف پہنچتی تو آپ فوراً غمگین ہوجاتے اور یوں محسوس ہوتا جیسے ان کی صلبی اولاد کو پہنچی ہے، بقول امیرؔ ؎

خنجر چلے کسی پہ تڑپتے ہیں ہم امیرؔ
سارے جہاں کا درد ہمارے جگر میں ہے

قاری صاحب کے مزاج میں ظرافت بھی پائی جاتی تھی۔ موقع و محل

Marfat.com

کی مناسبت سے کبھی کبھی کوئی لطیفہ بھی سنا دیتے۔ ایک مرتبہ کسی نے یہ کہا کہ فلاں حافظ صاحب کے شاگرد ان کی موجودگی میں شور مچاتے رہتے ہیں اور ان سے نہیں ڈرتے۔ آپ نے فرمایا کہ :-

"ایک حافظ صاحب سے کسی نے یہی گلہ کیا تھا کہ لڑکے آپ کے سامنے شور کرتے رہتے ہیں اور آپ سے مطلقاً نہیں ڈرتے، تو انہوں نے جواب دیا کہ اگر یہ مجھ سے نہیں ڈرتے، تو میں کون سا ان سے ڈرتا ہوں۔"

سب ہنس پڑے۔

اسی طرح ملخیوںؓ (ہزارہ والوں) سے خوش طبعی فرماتے رہتے، کبھی حافظ محمد امیر صاحب سے اور کبھی قاری عبدالحمید سائیں سے، ہزارہ کی زبان بولتے، اور فرماتے کہ :-

"یہ ہر لفظ پر پیش پڑھتے ہیں۔ صادق کو صادُق اوہ انجنر کھتے چھوڑیا ای وغیرہ۔"

حضرت قاری صاحبؒ بڑے متواضع اور منکسر المزاج تھے۔ انہوں نے اپنے آپ کو کبھی بڑا بنانے کی سعی نہیں کی۔ ہمیشہ اپنے آپ کو چھوٹا سمجھتے تھے۔ دوسروں کی خدمت کو اپنی سعادت سمجھتے تھے۔ اپنے استاذ حضرت قاری کریم بخش صاحبؒ کے سامنے بڑے مؤدب ہو کر بیٹھتے اور مؤدبانہ گفتگو کرتے۔ سہمے رہتے۔ زیادہ بات چیت نہ کرتے۔ بلکہ جب اپنے کسی شاگرد استاذ کے پاس جاتے تو ان کا پورا احترام کرتے۔ میں نے دیکھا ہے کہ آپ اپنے شاگرد قاری محمد شریف صاحب کے کمرے میں بھی تشریف لے جاتے تو دو زانو ہو کر بیٹھ جاتے۔ یوں محسوس ہونا چاہیے

قاری محمد شریف صاحب استاذ اور آپ ان کے شاگرد ہیں۔ حالانکہ معاملہ برعکس تھا۔ اور دوسری بات یہ کہ آپ مدرسہ کے بانی اور صدر مدرس بھی تھے۔ اس کے باوجود اتنی تواضع اور انکساری آپ کے مزاج میں پائی جاتی تھی۔ یہ اللہ والوں کی نشانی ہے۔ سچ کہا کسی کہنے والے نے ؎

فروتنی است دلیل رسیدگان خدا

چوں سوار بمنزل رسید پیادہ شود

قاری صاحبؒ بہت عمدہ قرآن کریم پڑھتے تھے۔ تلاوت میں مدوجزر کی سی کیفیت ہوتی۔ سننے والے یہی خیال کرتے کہ کوئی جوان قاری پڑھ رہا ہے۔ اس عمر میں، اور پھر آواز میں یہ بلندی اور کشش! ماشاء اللہ!

ع یہ اس کی دین ہے جسے پروردگار دے

جب آواز بلند کر کے پڑھتے تو سامعین جھومنے لگتے۔ عذاب کی آیتوں کی تلاوت کے دوران آپ پر رقت طاری ہو جاتی اور سماعت کے وقت بھی یہی حال ہوتا۔ رفیق محترم حافظ محمد صاحب راوی ہیں کہ ایک مرتبہ شبینہ میں قاری صاحب میرا ۲۹ واں سیپارہ سن رہے تھے۔ جب میں نے یہ آیات پڑھیں:۔

وَ اَمَّا مَنْ اُوْتِیَ کِتٰبَہٗ بِشِمَالِہٖ فَیَقُوْلُ یٰلَیْتَنِیْ لَمْ اُوْتَ کِتَابِیَہْ ۝ وَلَمْ اَدْرِ مَا حِسَابِیَہْ ۝

تو قاری صاحبؒ پر ایسی رقت طاری ہوئی کہ غش کھا کر گر پڑے۔

آپ کو قرآن مجید پڑھانے کا بے پناہ شوق تھا۔ بڑی محنت سے پڑھاتے تھے ان کی یہی خواہش ہوتی کہ میرے شاگرد بالکل میرے جیسے ہو جائیں ـــــ مشہور

Marfat.com

ٹیسٹ کرکٹر شجاع صاحب کو آپ نے قرآن کریم پڑھایا اور مشق کرائی۔ یہ آپ کے بالکل ابتدائی شاگردوں میں سے ہیں۔ شجاع صاحب نے ایک محفل میں چند آیات تلاوت کیں۔ جناب الحاج محمد یوسف صاحب سیٹھی بھی وہاں بیٹھے ہوئے تھے، تڑپ اٹھے اور تجوید و قراءت کی طرف ـــــ مائل ہوئے۔ آج ان کی مالی اعانت سے اندرون و بیرون ملک ہزاروں کی تعداد میں تجوید و قراءت کے مدارس چل رہے ہیں۔ (اللہ ان کی اس خدمت کو قبول فرمائے، مزید ہمت دے۔ آمین) اور حضرت قاری صاحبؒ کے ایسے گرویدہ ہوئے کہ ہر رمضان میں انہیں کراچی لے جاتے۔ وہاں ان کا پورا قرآنِ کریم تراویح میں سنتے اور دن کو قرآنِ کریم کے مدارس کا افتتاح آپ کے ہاتھوں کرواتے۔ کراچی کے اکثر قرآنی مدارس کا افتتاح آپ ہی کے ہاتھوں ہوا۔ سب قرآنی ادارے آپ کی بہترین یادگاریں ہیں۔

آپ کو تدریس کا اتنا شوق تھا کہ بیماری کے دوران بھی پڑھاتے رہے۔ جب ڈاکٹروں نے پڑھانے سے روک دیا تو فرمانے لگے:

"اللہ تعالیٰ ڈاکٹروں کو ہدایت بخشے، مجھے قرآن پڑھانے سے نہ روکیں۔ میں اس کے بغیر نہیں رہ سکتا، میرا جی چاہتا ہے کہ آخری دم تک پڑھاتا رہوں۔"

اور جب بیماری نے بالکل بے بس کر دیا اور پڑھانے سے معذور ہو گئے تو اللہ تعالیٰ سے یہ دعائیں مانگنے لگے:

اے اللہ! اب خود پڑھنے کی ہمت نہیں رہی، مجھے قرآن مجید

سننے سے محروم نہ کیجیو! میری آرزو یہی ہے کہ قرآن کریم سنتے سنتے آپ سے آملوں۔"

اللہ نے آپ کی یہ دعا کیسی قبول فرمائی کہ قرآن کریم سنتے سنتے ہی اللہ سے جا ملے۔

قاری صاحبؒ بڑے مستقل مزاج تھے۔ کسی کام کے چل نکلنے کے لیے استقلال کی سخت ضرورت ہوتی ہے، آپ میں یہ صفت بدرجۂ اتم موجود تھی۔ آپ نے اولاً مسجد چینیانوالی میں کام شروع کیا تو اس وقت آپ کے پاس صرف ایک طالب علم تھا۔ آپ نے طلبہ کی قلت اور کثرت کو ملحوظ خاطر نہ رکھتے ہوئے نہایت استقلال کے ساتھ پڑھانا شروع کر دیا اور برابر بیس سال تک وہاں پڑھاتے رہے۔ رفتہ رفتہ طلبہ کی تعداد میں اضافہ ہوتا گیا۔ اور سینکڑوں حفاظ و قرّار وہاں سے فارغ ہوئے۔ اس کے بعد مولانا داؤد غزنویؒ جو اس مدرسہ کے مہتمم تھے سیاست میں آگئے اور ان کی توجہ مدرسہ سے ہٹ گئی۔ پھر ۱۲ اگست ۱۹۵۰ء میں مسجد نور موتی بازار میں مدرسہ تجوید القرآن کی بنیاد رکھی۔ رفیق مکرم حافظ محمد یوسف صاحب (جیا موسے والے) کی روایت کے مطابق اس وقت آپ کے پاس پڑھنے والوں کی تعداد ۳۰ تھی اور اتنے ہی روپے تھے۔ آپ نے لوگوں سے چندہ کی اپیل کی تو لوگوں نے کہا:۔

"بھلا یہ نابینا حافظ کیا مدرسہ چلائے گا؟"

ٹھیک ایک سال کے بعد مدرسہ کا نقشہ ہی اور تھا۔ چار سو پڑھنے والے اور جید

Marfat.com

پڑھانے والے تھے۔ مدرسہ کا چار ہزار روپیہ جمع تھا۔ پھر یہ جگہ بھی ناکافی ہوگئی اور ایک مستقل مدرسہ کی ضرورت شدت سے محسوس ہونے لگی۔ اسی دوران آپ نے مدرسہ کے انتظامی امور کو بہتر طور پر چلانے کے لیے "مجلس اشاعت القرآن" قائم کی اور مدرسہ کا انتظام اس کے سپرد کر دیا۔ جناب محمد یوسف صاحب سیلیٹھی کے بڑے بھائی جناب محمد عبداللہ سیلیٹھی تھے۔ آپ نے ۱۹۵۳ء میں ساڑھے چودہ ہزار میں مدرسہ کے لیے ایک قطعہ زمین خریدا اور مدرسہ کی دو منزلہ عمارت کے علاوہ، ایک چھوٹی سی خوبصورت مسجد بھی تعمیر کروائی۔ فرمایا کرتے تھے:

"میں نے محض رضائے الٰہی کے لیے یہ مدرسہ قائم کیا ہے۔ اس کی ترقی کے لیے محنت کی ہے اور اللہ تعالیٰ سے نہایت تضرع کے ساتھ دعائیں مانگی ہیں۔ اللہ میری اس قرآنی خدمت کو قبول فرمائے اور قائم و دائم رکھے۔"

آپ کی محنت و استقلال ہی کا نتیجہ تھا کہ مدرسہ میں ۲۲ استاذ پڑھا رہے تھے اور طلبہ کی تعداد ۴۵۰ تھی۔

مجلس ابنائے قدیم

اس سے پہلے انجمن اشاعت القرآن کا ذکر ہو چکا ہے، کہ آپ نے یہ انجمن قائم کی، اسے رجسٹرڈ کروایا اور مدرسہ کو شخصی ملکیت نہیں بنایا بلکہ اس کا انتظام اس انجمن کے سپرد کر دیا۔ اب بھی ماشاء اللہ مدرسہ اس انجمن کی سرپرستی میں بڑی کامیابی کے ساتھ چل رہا ہے۔ اس کے علاوہ آپ نے اپنے فارغ ہونے والے طلبہ کی ایک جماعت بنائی، اس کا نام "مجلس ابنائے قدیم" رکھا جس طرح

Marfat.com

دوسرے اداروں کی "اولڈ بوائز ایسوسی ایشنز" ہوتی ہیں۔ اسی طرح کی ایک یہ بھی ہے۔ مدرسہ کی ہنگامی ضروریات کے موقع پر جوان حفاظ و قراء کی یہ مجلس پورے جوش وخروش سے سامنے آجاتی ہے اور دامے، درمے، سخنے ہر قسم کا تعاون پیش کر دیتی ہے۔ حافظ محمد حفیظ صاحب (حافظ جی لوہے والے بیڈن روڈ لاہور) اس کے صدر اور جناب حافظ قاری محمد مشتاق صاحب اعظم کلاتھ مارکیٹ اس کے جنرل سیکرٹری ہیں۔ حضرت قاری صاحبؒ کی سوانح کو منظرِ عام پر لانے کا سہرا بھی انہی کے سر ہے۔ اللہ تعالیٰ اس مجلس کی مساعی کو اپنے دربار میں قبول فرمائے اور اس کے تمام ممبران کو قرآن کریم کی خدمت کرنے کی اور اس کے پیام کی روشنی میں چلنے کی توفیق بخشے۔ آمین۔ مصر کے قومی شاعر احمد شوقی نے کیا خوب کہا ہے:

اَلصَّالِحُوْنَ یَبْنُوْنَ اَنْفُسَھُمْ
وَالْمُصْلِحُوْنَ یَبْنُوْنَ الْجَمَاعَاتِ

"قاری صاحبؒ اگرچہ نابینا تھے لیکن بہترین منتظم تھے۔ مدرسہ تجوید القرآن کے بانی اور صدر مدرس تھے۔ پورے مدرسہ کا انتظام نہایت خوش اسلوبی سے چلاتے، مدرسہ کے علاوہ رمضان کے آخری عشرہ میں لاہور کی مختلف مساجد میں شبینے ہوتے اور آپ اس نظم وضبط کے ساتھ اپنے شاگردوں میں سیپارے تقسیم کر دیتے کہ بیک وقت چوبیس چوبیس مساجد میں شبینے ہو رہے ہوتے تھے لیکن کہیں کوئی بدنظمی نہ ہوتی کہ کسی کو اعتراض کا موقع ملتا۔ آپ خود بھی شبینوں میں پڑھتے اور کبھی کبھی چار چار سیپارے پڑھ جاتے۔ اتنے

Marfat.com

شبینوں کا ایک فائدہ یہ ہوا کہ فنِ تجوید معروف ہو گیا اور مختلف عمر کے طلبہ کے پڑھنے سے سامعین میں شوق پیدا ہوا اور انہوں نے بھی اپنے بچوں کو سکول سے اٹھا اٹھا کر مدرسہ میں داخل کروا دیا۔ حفظ کے بعد دو چار سالوں میں سکول کی تعلیم بھی پوری کروادی۔ اس طرح طلبہ قرآن کے حافظ بھی بن گئے اور ساتھ ہی سکول کی تعلیم سے بھی محروم نہ رہے اور وقت بھی زیادہ صرف نہ ہوا۔

جلسۂ تقسیمِ اسناد

قاری صاحبؒ سالانہ جلسوں کا اہتمام بھی فرماتے تھے اور بڑے بڑے علمائے کرام کو دعوت دیتے اور وہ جلسوں سے خطاب فرماتے اور فارغین کو اسناد تقسیم کی جاتیں۔ میرے تعلیمی دور ہی میں آپ نے ایک جلسہ منعقد کروایا۔ اس پر حضرت الاستاذ مولانا احمد علی صاحب امیر انجمن خدام الدین اور حضرت الاستاذ مولانا محمد عبداللہ صاحب درخواستی دامت برکاتہم کو خاص طور پر دعوت دی۔ یہ دونوں بزرگ تشریف لے آئے۔ ان بزرگوں کی تشریف آوری سے آپ بے حد خوش ہوئے۔ مجھے ٹھیک یاد ہے کہ جب حضرت درخواستی مدرسہ کے شرقی گیٹ پر پہنچے تو اس وقت حضرت مولانا احمد علی صاحب تقریر فرما رہے تھے۔ جونہی حضرت درخواستی پر نظر پڑی، تقریر وہیں چھوڑ دی نہایت تیزی سے گیٹ پر پہنچ گئے۔ حضرت درخواستی سے معانقہ کیا، ساتھ لائے، بٹھایا اور جہاں تقریر چھوڑی تھی وہیں سے شروع کر دی۔ ان کے بعد حضرت درخواستی نے خطاب فرمایا۔ لوگ رو رہے تھے۔ حضرت نے فرمایا:-

"دیکھو! اللہ نے اس نابینا حافظ سے وہ کام لیا ہے جو بڑی

Marfat.com

ڑی آنکھوں والے نہیں کر سکے۔

اور قاری صاحب کو دعائیں دیں۔ اسناد کی تقسیم کبھی حضرت مولانا قاری عبدالمالک صاحب کے ہاتھوں ہوتی اور کبھی قاری کریم بخش صاحب ہاتھوں۔

قاری صاحبؒ اور ان کے معاصرین

قاری صاحب کے معاصرین میں سے سب سے بڑے بزرگ اور امام فن استاذ الاساتذہ حضرت مولانا قاری عبدالمالک صاحب ہوئے ہیں۔ میں نے دیکھا ہے کہ اگر حضرت قاری عبدالمالک صاحب مدرسہ تشریف لائے تو ہمارے قاری صاحب بے حد خوش ہوتے، ان کی بے حد تکریم کرتے۔ اور اگر انہیں وہاں جانا ہوتا تو حضرت قاری عبدالمالک صاحبؒ ان کا بہت خیال رکھتے اور اکرام کرتے۔ ایک مرتبہ قاری صاحب ——— حضرت قاری عبدالمالک صاحب کے ہاں دارالعلوم الاسلامیہ، پرانی انارکلی تشریف لے گئے۔ قاری صاحب بڑے تپاک سے ملے، اپنے پاس بٹھایا، عرب کی کھجوریں دیں اور آبِ زم زم عطا کیا اور قاری صاحب کی معیت کی وجہ سے مجھے بھی اپنے دستِ اقدس سے انہی تبرکات سے نوازا۔ آتے وقت دروازے تک الوداع کہنے کے لیے ساتھ تشریف لائے۔

استاذی المکرم جناب قاری عبدالوہاب صاحب مکی بھی آپ کی بہت قدر کرتے تھے۔ بارہا ہمارے سامنے قاری صاحبؒ کے فضائل بیان کیے۔

جناب قاری محمد اسماعیل صاحب آپ کے استاذ بھائی بھی تھے۔ لیکن آپ نے ان کا ہر موقع پر احترام ملحوظ رکھا اور ہمیشہ قدر کی نگاہوں سے دیکھا۔

Marfat.com

قاری صاحب اور فنِ خطابت

حضرت قاری صاحبؒ نے اونچی مسجد کناری بازار میں ۱۵ سال تک خطابت کے فرائض انجام دیئے۔ تقریر میں آپ سب سے پہلے اللہ کی حمد بیان کرتے، اس کے بعد درود شریف اور بھرپور جوش و خروش کے ساتھ موقع و محل کی مناسبت سے تقریر فرماتے۔ تقریر کرتے ہوئے آپ کا رنگ سرخ ہوجاتا تھا۔ آنکھوں میں "سرورِ عشق" اور چہرے پہ "نورِ یقین" ہوتا۔ جگر مرادآبادی مرحوم اگر حضرت کی تقریر سن لیتے تو شاید پھر انہیں واعظ سے یہ گلہ نہ رہتا۔

واعظ کا ہر ارشاد بجا، تقریر بہت دلچسپ مگر
آنکھوں میں سرورِ عشق، چہرے پہ یقیں کا نور نہیں

آخری تقریر

۱۷ فروری ۱۹۶۷ء کو جمعہ کی آخری تقریر فرمائی اور آپ حضرت مولانا سید اسماعیل شہیدؒ کا خطبہ پڑھا کرتے تھے۔ سن کر سرور آجاتا تھا۔ پھر اس کے بعد اس مسجد میں قاری صاحب ایسا مقرر آیا نہ خطیب! ۱۸ فروری کو بیمار ہوگئے۔

قاری صاحبؒ کا سیاسی رجحان

قاری صاحبؒ ویسے تو سبھی مکاتب فکر کے علماء کی عزت کرتے تھے اور اپنے شاگردوں کو بھی سیاست میں نہیں الجھاتے تھے لیکن وہ دل و جان سے جمعیت علماءِ اسلام کو چاہتے تھے اور انہی بزرگوں کو اپنی سیاسی مقتدی و پیشوا سمجھتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ آپ کے پاس یہ رسائل "خدام الدین"، "پیام اسلام" اور "ترجمان اسلام" باقاعدگی کے ساتھ آتے تھے۔ اس کے علاوہ کبھی کوئی دوسرا رسالہ میرے

نے نہیں دیکھا۔ نیز قاری صاحب انہی رسائل کے پڑھنے کی اپنے گھر والوں اور دیگر ملنے والوں کو تاکید فرماتے تھے اور ان کے وصال کے بعد بھی اول الذکر اور مؤخر الذکر ہر دو رسالے اسی طرح آتے ہیں جس طرح آپ کی زندگی میں آتے تھے۔

بڑے قاری صاحبؒ

آپ مدرسہ اور بیرونِ مدرسہ "بڑے قاری صاحب" کے نام سے مشہور تھے۔ میں نے کئی بار حضرت قاری کریم بخش صاحب کو یہ فرماتے سنا۔

"کیوں جی بڑے قاری صاحبؒ! یہ مسئلہ اسی طرح ہے"

تو عرض کرتے کہ:۔

"حضرت! مجھے کچھ اسی طرح یاد پڑتا ہے"

احترامِ استاذ کا بے حد پاس کرتے اور ان کے "بڑا" کہنے سے آپ خفت محسوس کرتے۔ قاری صاحب بڑے کیوں ہوئے۔ انہیں اس لقب سے کیوں یاد کیا جاتا تھا۔ اس کی ایک وجہ تو یہ ہے کہ انہوں نے عمر بھر اپنے آپ کو چھوٹا بنائے رکھا۔ اللہ پاک نے انہیں اٹھایا اور "بڑا" بنا دیا۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ حضرت قاری صاحبؒ نے اپنی تمام خداداد صلاحیتیں قرآنِ کریم کی خدمت میں لگادی تھیں۔ اللہ کی اس عزت والی کتاب کے ساتھ جو لگ جاتا ہے وہ چھوٹا نہیں رہتا۔ اللہ اسے بلند کر دیتے ہیں حدیث پاک میں ہے:۔

عن عمر بن الخطاب قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان اللہ یرفع بھذا الکتاب اقواما و یضع بہ اخرین (۱۵۰۷ مسلم)

"حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اس کتاب پاک ___ (قرآن مجید) کی وجہ سے بہت سوں کو اونچا کرتا ہے اور بہت سوں کو نیچا کرتا ہے اور کرے گا۔"

"اللہ پاک کا فیصلہ ہے کہ جو قوم اور امت اس کے ساتھ وہ تعلق رکھے گی جو کلام اللہ ہونے کی حیثیت سے اس کا حق ہے، اللہ تعالیٰ اس کو دنیا و آخرت میں سربلند کرے گا اور اس کے برعکس جو قوم اور امت اس سے انحراف اور سرکشی کرے گی وہ اگر بلندیوں کے آسمان پر بھی ہو گی تو نیچے کر دی جائے گی۔"

قاری صاحبؒ سے آخری ملاقات

قاری صاحبؒ کی علالت کے دوران دو تین مرتبہ حاضری کا موقع ملا، بڑی شفقت فرمائی۔ گھریلو حالات اور تعلیمی کوائف پوچھے۔ خوشی کا اظہار فرمایا، اور دعائیں دیں۔ میں نے عرض کیا کہ:۔

"حضرت! یہ سب کچھ آپ کی جوتیوں کا صدقہ ہے۔"

فرمانے لگے:۔

"نہیں بلکہ قرآن کریم کا صدقہ ہے۔"

دوسری ملاقات پر میں نے گھر کی بنی ہوئی تھوڑی سی مٹھائی ہدیہ پیش کی فرمانے لگے:۔

"آپ نے کیوں تکلیف کی، میں تو کھا نہیں سکتا۔"

Marfat.com

میں نے عرض کیا :-

"گھر کی بنی ہوئی ہے۔ آپ کے لیے لایا ہوں"

میری خاطر تھوڑی سی اٹھا کر چکھ لی۔

۲۰/۵/۵۶ء سے ۲۰/۵/۶۱ء تک تو آپ کے پاس رہا۔ پھر گاہے گاہے ملاقات ہوتی رہی۔ ایک آدھ مرتبہ حضرتؒ میرے قیام حویلیاں کے دوران تشریف بھی لائے۔ پھر لاہور میں کبھی کبھار ملاقات ہو جاتی۔ ان مصروفیات کو کیا کہا جائے کہ انہوں نے حضرت الاستاذ سے بھی دور، دور رکھا۔ یہ چودہ پندرہ سال کا عرصہ ایسے گزر گیا کہ پتہ بھی نہیں چلا۔ شاعر نے سچ کہا ہے :-

ثُمَّ انْقَضَتْ تِلْكَ السُّنُونَ وَ أَهْلُهَا

فَكَأَنَّهَا وَ كَأَنَّهُمْ أَحْلَامُ

"کہ مہینے ایسے گزرتے گئے کہ ان کے اول و آخر کا ہمیں پتہ نہ چل سکا۔"

آخری ملاقاتوں سے صاف ظاہر ہوتا تھا کہ اب ان سے فائدہ حاصل کرنے کا موقع ہے، فائدہ اٹھا لو، دعائیں لے لو، پھر کل کی خبر نہیں۔ ۱۶ اپریل ۱۹۷۰ء سے گورنمنٹ ڈگری کالج شیخوپورہ میں میری تقرری ہو گئی۔ میں ہر روز جیا موسیٰ آپ کے مکان کے قریب سے بس پر گزر جاتا۔ آپ کے گھر کی ہواؤں اور فضاؤں سے محظوظ ہوتا اور گزرتا۔

تمتع من شميم عرار نجد

فما بعد العشية من عرار

Marfat.com

قاری صاحبؒ کا وصال

أُرِيدُ وِصَالَهُ وَ يُرِيدُ هَجْرِي

فَأَتْرُكُ مَا أُرِيدُ لِمَا يُرِيدُ

ایک روز شیخوپورہ سے واپسی پر، جیا موسلے سے قاری صاحبؒ کے داماد "قاری حافظ تنویر احمد صاحب اسی بس میں سوار ہوئے، میں نے قاری صاحب کی خیریت پوچھی۔ انہوں نے بتایا۔ "الحمد للہ ٹھیک ہیں" غالباً دوسرے ہی روز کسی ضروری کام سے مجھے پشاور جانا پڑ گیا۔ دو چار دن لگ گئے۔ واپس آیا تو جامع سنت گھرہ انار کلی میں نماز ادا کرنے کے لیے پہنچا، وہاں محترم المقام حضرت الاستاذ قاری بشارت علی صاحب سے ملاقات ہوئی، فرمانے لگے "آپ کو معلوم ہے کہ قاری فضل کریم کا وصال ہو گیا" سنتے ہی میرے رونگٹے کھڑے ہو گئے اور زبان پر وہ آیت آئی جو ایسے موقعوں پر آیا کرتی ہے۔ انا للہ و انا الیہ راجعون ؎

وہ بھی بچھڑ گئے کہ مجھے جن پہ ناز تھا

نوحہ یہ زندگی کا سناؤں کہاں کہاں

مسکینی کی حالت میں موت

آپ زندگی میں اکثر مسکینی کی موت والی دعا پڑھا کرتے تھے۔ وہ قبول ہو گئی، آپ کو گھر سے میو ہسپتال منتقل کیا گیا۔ وہاں آپ کے شاگرد اور دیگر اعزہ آجاتے۔ ۲۳ر جون بروز منگل صبح ۱۱ بجکر ۱۵ منٹ پر آپ کا انتقال ہوا۔ اس وقت عزیز محترم حافظ قاری شجاع الدین ہزاروی آپ کے پاس

سورۂ یٰسین پڑھ رہے تھے۔ اس طرح آپ کی ایک چھوڑ، دو دعائیں قبول ہو گئیں:-

* ایک مسکینی کی حالت میں موت
* دوسرا قرآن سنتے سنتے آپ سے آملوں۔

ہے رشک ایک خلق کو جوہر کی موت پر
یہ اس کی دین ہے جسے پروردگار دے

غسل کے بعد شجاع الدین صاحب کی روایت کے مطابق چہرہ بہت نکھرا ہوا تھا۔ نور ٹپک رہا تھا۔ لبوں پر مسکراہٹیں کھیل رہی تھیں۔

نشانِ مردِ مومن با تو گویم
چوں مرگ آید تبسم بر لبِ اوست

آپ کے انتقال کی خبر آناً فاناً لاہور بلکہ پورے ملک میں پھیل گئی۔ ریڈیو سے اعلان ہوا۔ تجوید و قراءت کے مدارس کے طلبہ، اساتذہ اور دیگر علمائے کرام اور متعلقین جوق در جوق "جیا موسے" پہنچنے شروع ہو گئے۔ رات کے پُرسکون ماحول میں وصیت کے مطابق جناب حافظ قاری محمد رفیع صاحب مہتمم مدرسہ تجوید القرآن نے نمازِ جنازہ پڑھائی اور آپ کے سینکڑوں شاگردوں کی موجودگی میں آپ کی تدفین ہوئی۔

تعزیتی قرار دادیں

یوں تو آپ کے انتقال کے بعد بہت سی مساجد و مدارس میں تعزیتی قرار دادیں پاس ہوئیں اور ایصالِ ثواب کیا گیا لیکن سب سے بڑی تعزیتی

Marfat.com

قرار داد یں جمعیۃ علمائے اسلام کی سہ روزہ آئین شریعت کانفرنس ۱۹۷۰ئہ لاہور
میں برابر تین روز تک پاس ہوتی رہیں اور ایصالِ ثواب کیا جاتا رہا۔ آخری روز
کی قرار داد حضرت مولانا غلام غوث صاحب ہزاروی مدظلہ العالی نے پیش کی قاری
صاحب کی موت کو ناقابلِ تلافی نقصان بتایا۔ قاری صاحب کی بلندی درجات کی
دعا مانگی اور پس ماندگان کے لیے صبر جمیل کی۔ میں خود اس وقت موجود تھا۔ ہر
طرف سر ہی دکھائی دیتے تھے۔ لوگوں کا ایک سمندر تھا جو ملک کے اطراف
جوانب سے امڈ کر آیا تھا۔ حضرت الاستاذ مولانا درخواستی صاحب نے فرمایا تھا۔

"ایسی کانفرنس پہلے ہوئی نہ اب ہوگی"

اخبارات نے اس کانفرنس میں شرکاء کی تعداد ڈیڑھ لاکھ لکھی تھی۔ تو گویا حضرت
قاری صاحب کے لیے ڈیڑھ لاکھ مسلمانوں نے مغفرت کی دعا کی، جن میں بڑے
بڑے علماء کرام بھی تشریف رکھتے تھے۔ اتنے بزرگوں کی دعائیں ان شاء اللہ رائیگاں
نہیں جائیں گی۔ جب تک قاری صاحبؒ کے شاگرد قرآن مجید پڑھتے رہیں گے
اس وقت تک انہیں ثواب پہنچتا رہے گا اور نہ یہ ختم ہوں اور نہ وہ (ثواب)
قاری صاحبؒ کا ایک ایک شاگرد ماشاء اللہ ایک ایک ادارہ ہے۔ جب
تک قاری صاحبؒ کا یہ فن زندہ رہے گا قاری صاحبؒ زندہ رہیں گے اور یہ کلام اللہ
اللہ کی صفت ہے اسے زوال نہیں اور تجوید و قرأت اس کے اصول و ضوابط
ہیں انہیں فنا نہیں۔

اللھم اغفر لہ، اللھم نور قبرہ، اللھم اجعل قبرہ
روضۃ من ریاض الجنۃ آمین یا الہ العالمین

آہ! قاری فضل کریم صاحبؒ

حضرت مولانا قاری اظہار احمد صاحب تھانوی مدظلہ العالی
صدر شعبۂ تجوید و قرأت مدرسہ تجوید القرآن موتی بازار لاہور

دنیا میں انسانوں کی آمد و رفت کا سلسلہ ہمیشہ سے جاری ہے اور تاقیامت جاری رہے گا۔ کیسی کیسی قیمتی شخصیتیں کارگاہِ دہر میں اپنی گہری روشنیں بنا کر جا چکی ہیں، آنے والے دیکھیں، روئیں، اپنی بے عمل زندگی پر شرمسار ہوں، مرنے والوں سے زیادہ خود اپنے اوپر ماتم کرلے کو جی چاہے۔

ایسی ہی منفرد اوصاف کی شخصیت قاری فضل کریم صاحب، وہ قرآن کے خادم تھے۔ قوم کے بچوں کو حافظ قاری بنانے کے لیے دل میں بے انتہا تڑپ رکھتے تھے۔ حفظِ قرآن کی دولت سے انہوں نے سینکڑوں بچوں کے سینوں کو منور کر دیا۔ طالب علم کی نفسیات سے وہ ایک ماہر امراض طبیب کی طرح خوب واقف تھے، کسی سے نرمی اور کسی سے گرمی، کسی پر پیار اور کسی پر عتاب، مگر مقصد تمام پہلوؤں کا واحد، کہ اس کی چھاتی قرآن کا خزانہ بن جائے کسی کی منزل رات کو سننے کا وقت مقرر ہو چکا ہے تو کسی کو صبح ٹھیک وقت پر پہنچنے کا حکم ہو رہا ہے۔ یہ فلاں فلاں لڑکے اخیر حصۂ شب میں اذانِ فجر سے پہلے اپنی منزل و سبق سنائیں گے۔ پھر یہ معمول ہفتوں یا مہینوں

Marfat.com

نہیں بلکہ سالہا سال چلیں گے، ذرا قریب سے قاری صاحب کے شاگردوں کا قرآن تو سنیے۔ سبحان اللہ! بچوں کی خوبصورت ادا، عمدہ تلفظ اور سریلی آواز ہے، جی چاہتا ہے کہ بس بیٹھے ہوئے سنتے ہی رہیں۔

استاد و طلبہ سحر خیز ہیں۔ آدھی رات سے ہی اٹھ بیٹھتے ہیں، تہجد گزاری ہو رہی ہے۔ نوافل کی ادائیگی سے فراغت کے بعد منزل و سبق کا کام شروع ہے، اللہ اللہ، نور برس رہا ہے۔

تعلیم کے یہ معمولات ہوں، لوگوں کی داد و ستائش سے بے نیاز اور قطعاً بے پرواہ ہو کر خلوص کے جذبہ سے خدمتِ قرآن ہو۔ تو برکات و رحمتوں کا نزول کیوں نہ ہو؟

اب تعلیمی معیار کی سربلندی کے بڑے بڑے اصول وضع کیے جا رہے ہیں۔ حاضریوں کے رجسٹر جدا ہیں۔ داخلہ کے سنہ وار ریکارڈ علیحدہ مرتب ہو رہے ہیں، حاضریوں اور غیر حاضریوں کا شمار ہو رہا ہے۔ طلبہ اور اساتذہ کی حاضریوں ہی کو سب سے بڑی تعلیمی کارکردگی کا راہنما اصول ٹھہرا لیا گیا ہے۔

مگر اس تمام دماغی قابلیت اور ذہنی تنظیم کا نتیجہ پست ہے۔ استاد اور شاگرد کی دیوانگی کہاں سے آئے۔ دنیا میں حفظِ قرآن کے کرانے والے ہر دور میں وہی اساتذہ کامیاب رہے جن کو اپنی عزیز عمریں اشاعتِ قرآن کے لیے فنا کر ڈالنے کا جذبہ نصیب ہوا۔

خَيْرُكُمْ مَنْ تَعَلَّمَ الْقُرْآنَ وَعَلَّمَهٗ، حدیث شریف میں معاشرہ کا سب سے بہترین آدمی ہونے کا سرٹیفکیٹ قرآن شریف پڑھنے پڑھانے

Marfat.com

والوں ہی کو تو دیا جا رہا ہے۔ ہمت مردانہ چاہیے آگے بڑھے اور اس تمغے کو حاصل کرنے کے لیے جان کی بازی لگا دے۔

قرآن کی تعلیم کا کام سب سے پہلے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا خلفائے راشدینؓ کے علاوہ حضرت عبداللہ بن مسعود، اُبی بن کعب، زید بن ثابتؓ اور ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہم نے بڑا نام پیدا کیا۔ ان بزرگوں نے یہ کام جاری رکھا۔ قراءتوں کی تمام سندیں ان حضرات تک پہنچتی ہیں۔ تابعینؒ اور تبع تابعینؒ میں حضرات قراءِ عشرہ نے بڑا نام حاصل کیا۔

خدامِ قرآن میں حضرت میاں جی نور محمد صاحب قدس سرہٗ کو پڑھے لکھے لوگ جانتے ہیں۔ ایک طرف ولی اللّٰہی کا یہ مقام کہ جنید و بایزید بسطامیؒ وقت تھے۔ چنانچہ رئیسِ قافلۂ بزرگاں حضرت حاجی امداد اللہ قدس سرہٗ نے حضرت میاں جی رحمۃ اللہ علیہ ہی سے بیعت حاصل کی اور خلافت حاصل کی۔ مگر اس ولی و شیخِ ولایت کا دوسرا سادہ سا پہلو یہ تھا کہ ایک چھوٹے سے قصبہ لوہاری ضلع مظفر نگر (یو۔پی) میں بچوں کو کتاب اللہ پڑھانے میں وقت گزارتے، اہلِ قصبہ "میاں جی" کہتے تھے۔ اندر سے جذبہ خَیْرُکُمْ ہونے ہی کا تھا۔

حضرت قاری فتح محمد صاحب پانی پتی مدظلہٗ قاری رحیم بخش صاحب کی معیت میں حضرت قاری فضل کریم سے ملاقات کے لیے اس وقت تشریف لائے جب قاری صاحب مرحوم سخت علیل تھے۔ قاری صاحب مرحوم نے درخواست کی کہ حضرت میرے لیے حسنِ خاتمہ کی دعا فرمائیں اور باصرار دعا کی درخواست کی، قاری فتح محمد صاحب نے بڑا پیارا، بھولا اور سادہ مگر مخلصانہ جواب فرمایا۔

Marfat.com

"اچھا قاری صاحب! جو حکم ہو، تابعدار ہیں۔ آپ قرآن کے خادم ہیں اور ہم آپ کے خادم ہیں۔"

حضرت قاری صاحب مرحوم کو قرآن سے عشق تھا، خود عمدہ پڑھتے اور ہر اچھا پڑھنے والے کو داد و تحسین سے نوازتے، جس زمانہ میں راقم الحروف نے جامع مسجد چنیانوالی میں ۱۹۶۸ء میں پہلی مرتبہ جلسۂ تقسیم اسناد منعقد کیا تو قاری صاحب نے بڑی خوشی اور بزرگانہ شفقت کے ساتھ شرکت فرمائی۔ مولانا داؤد غزنوی مرحوم صدرِ جلسہ تھے۔ طلبہ کی تلاوتیں ہو رہی تھیں، مولانا داؤد غزنوی رحمۃ اللہ تلاوتِ آیات پر زار زار رو رہے تھے، آنکھیں روتے روتے سرخ ہو چکی تھیں کہ میں نے حضرت قاری صاحب سے تلاوت کی درخواست کی، قاری صاحب نے بڑی بلند آواز میں تلاوت فرمائی ایسی حلاوت و وارفتگی کہ حاضرین اور صدر صاحب تڑپ اٹھے، میرا حال تھا کہ ؎

ٹپک نہ کر میری خشک آنکھوں پر
یوں بھی آنسو بہائے جاتے ہیں!

قرآن سننے کا اتنا عمدہ ذوق نصیب ہوا تھا کہ پڑھنے والوں کی نہایت عمیق خوبیاں بیان کرتے ؎

اے شبِ تارِ زندگی کون تھی وہ کہانیاں
بھول کے بھی جو رہ گئیں یاد بھی آکے رہ گئیں

ریڈیو پر مصری قراء کی تلاوت اہتمام سے سنتے، قاری عبدالباسط کو خوب داد دیتے، قاری صدیق منشاوی مرحوم کے عمدہ اوقات اور ان کے تنوع کی

Marfat.com

تعریف ہوتی، مصطفیٰ اسماعیل کی پُردرد آواز پر جھومتے اور قاری رفعت مرحوم کے تو عاشق تھے ایک ایک آیت پر جھومتے اور سننے والوں کو تلاوت کی خوبیوں پر متوجہ فرماتے رہتے۔

مرحوم وقت کے بڑے قدر دان تھے۔ اپنے مشاغل سے جب بھی وقت فرصت ملتا مصنفین کی نہایت معیاری اور نظریاتی قسم کی تصانیف پڑھوا کر سنتے تمام متداول مسائل پر ٹھوس رائے رکھتے تھے، سلف خصوصاً بزرگان دیوبند سے شغف تھا۔ ان کی اکثر تصانیف پر وسیع نظر تھی، چنانچہ ترکہ میں بڑی قیمتی اور عالیشان کتابیں چھوڑیں جو مرحوم اکثر بڑی سعی سے دور دراز مقامات سے منگواتے تھے۔ علمی ذوق کو سیراب کرتے رہنا، وقت کی قدر و قیمت کو جاننا ہے۔ ورنہ ہم میں آنکھوں والے بہت سے ایسے ہیں کہ عمر کو سطحی اور بیکار مشاغل پر نثار کر ڈالتے ہیں ؎

فرصتِ کار فقط چار گھڑی ہے یارو
یہ نہ سوچو کہ ابھی عمر پڑی ہے یارو

حضرت قاری صاحب مرحوم اپنے اصولوں پر سختی سے کاربند رہتے۔ اپنے پختہ عقائد سے کسی حالت میں روگردانی نہ فرماتے، قاری صاحب بصارت سے محروم تھے مگر بصیرت کا حصہ وافر ملا تھا۔ عملی آدمی تھے۔ یہ ان کے عزمِ صمیم ہی کی برکت تھی کہ لاہور میں قرآن پاک کی سب سے بڑی درس گاہ چالو کر گئے۔ ایسی عظیم درس گاہ، جس سے سینکڑوں فاضلین حفظ و تجوید و قرآءت نکلے اور کلامِ الٰہی کے اساتذہ بن کر ستاروں کی طرح ملک کے ہر حصہ میں تابندہ و فروزاں

Marfat.com

ہیں، اصل میں جن نفوسِ قدسیہ سے اللہ تعالیٰ کام لیتے ہیں ان کو "کر گزرنے" کا عزم و ولولہ بھی بخش دیتے ہیں۔ حالات و حوادث کی رکاوٹیں ان کے لیے سدِّراہ نہیں بنتیں۔ قاری صاحب مرحوم بڑے باہمت اور صاحبِ عزم انسان تھے، ان کا مذاق بڑا پاک اور ستھرا تھا۔ مدرسہ کی تعمیر و ترقی میں انہوں نے کبھی تملّق یا سیادت فن کا راستہ اختیار نہیں کیا۔ باوقار زندگی اپنائی۔ توکل اور اعتماد علی اللہ کو ہی اپنا سب سے بڑا سرمایہ سمجھا۔ کام میں بڑی برکت و رونق ہوئی۔ اللہ تعالیٰ کو یوں ہی منظور تھا کہ جو کام آنکھوں والے نہ کر سکیں ایک نابینا سے لیا جائے۔ قابلِ رشک ہے وہ نابینائی کہ جس میں ایک عزمِ محکم کے ساتھ راہرو کلام اللہ کی نشر و اشاعت کا راستہ بنتا چلا جائے اور سینکڑوں آنکھوں والوں کو کلام اللہ کی حبلِ متین تھما کر جنت کی راہِ مستقیم دکھائے۔ حضرت قاری صاحب مرحوم کی مجموعی زندگی اس شعر کی تصویر تھی ؎

یا کچھ نہ دکھائی دے یا صاف نظر آئے
جو شمع ملی دھندلی وہ میں نے بجھا دی ہے

مرحوم کے بلند اخلاق کا ایک نہایت بلند اصول یہ تھا کہ وہ سب کی عزت کرتے تھے خصوصاً اپنے اساتذہ اور بزرگوں کے سامنے انتہائی متواضع اور منکسر المزاج ہوتے۔ ایک معمولی مسکین طالب علم کی طرح بولتے، بیٹھتے اور حاضری دیتے ان کی موجودگی میں قالین اور فرش و تکیہ پر ہرگز نہ بیٹھتے بلکہ معمولی جگہ پر دوزانو بیٹھ جاتے۔

وہ اپنے ہم عمروں اور چھوٹوں سے بھی ادب و تواضع اور بھرپور کریمانہ

Marfat.com

اخلاق سے پیش آتے۔ مدرسہ میں پڑھانے والے تمام اساتذہ کا احترام کرتے، اور چھوٹوں پر بڑی شفقت فرماتے۔ سب کی راحت کا خیال فرماتے۔ یہ اخلاق کا ایک مطلوب پہلو تو تھا ہی، مدرسہ کی تعلیمی ترقی و استحکام کا بھی ضامن تھا۔ مدرسہ کی فضا ایک سدا بہار گلزار تھی۔ جہاں نہ مدرسین میں باہمی رقابت و چشمک، نہ منتظمین و صدر مدرس سے کوئی گلہ و شکوہ۔ حقیقت یہ ہے کہ ایک تعلیم گاہ کے لیے یہ حکمت عملی انتہائی ضروری ہے۔

ایک زاہد و عابد، ایک استاذ الاساتذہ، ایک سید الحفاظ والقراء، تعلیمات قرارت و حفظ کا ایک عظیم راہنما، سینکڑوں جید حفاظ و قراء کا مربی قریب تین سال شدید بیماری میں بھی پیکر صبر و رضا بنے رہنے کے بعد بالآخر واصل بحق ہوا۔ فراق کا یہ اگرچہ ہر وقت سب کو پیش آنا ہے، لیکن پھر بھی اس فراق پر آنکھیں اشک بار ہوتی ہیں۔ احساسات المناک کرب سے دوچار ہوتے ہیں، مگر سانحہ ہی ایک بات تو ہم کبھی بھول ہی گئے کہ یہ درد فراق اس وقت ایک المناک داستان بنتا ہے جب جانے والا جاتا ہے مگر اس کی تاریخ، اس کا عہد، اس کی مسلسل مساعی یادوں کے لیے ایک ٹیس بن جاتی ہے۔

وفات کے بعد مرحوم کا چہرہ پر کیسی شگفتگی تھی، تبسم کی دل آویز تصویر بنے ہوئے تھے۔ یہ شگفتگی میں نے اپنی عمر میں دو بزرگوں کے چہروں پر دیکھی ایک حکیم الامت حضرت تھانویؒ (جو حضرت قاری صاحبؒ کے بھی پیر تھے) کے چہرے پر اور ایک حضرت قاری صاحبؒ پر۔

بتقول اتفاق سے

Marfat.com

نشانِ مردِ مومن با تو گویم
چو مرگ آید تبسّم برلبِ اوست

رَبِّ اغْفِرْ لَهٗ وَارْحَمْهُ وَتَقَبَّلْ حَسَنَ مَسَاعِيْهِ

Marfat.com

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ   نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ

یادِ اکابر

حضرت مولانا قاری محمد بشر لیف صاحب

مہتمم، بانی و شیخ التجوید والقرارت دار القراء ماڈل ٹاؤن لاہور

استاذِ محترم حضرت قاری فضل کریم صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا اسم گرامی تو شاید پہلے ہی سن رکھا ہو۔ کیونکہ میں نے امرتسر کے جس مدرسہ میں اور جن اساتذہ کی خدمت میں حفظِ قرآن کیا تھا، حضرت قاری صاحبؒ بھی اسی مدرسہ اور انہی اساتذہ کے فیض یافتہ تھے۔ مگر جہاں تک یاد پڑتا ہے کہ باقاعدہ تعارف اور ملاقات کا سب سے پہلا شرف اس وقت حاصل ہوا جب میرے دل میں ۱۹۴۲ء میں باقاعدہ طور پر تحصیلِ تجوید کا شوق پیدا ہوا چنانچہ اس مقصد کے لیے میں حضرت قاری صاحبؒ کی خدمت حاضر ہوا اور اپنا اشتیاق ظاہر کیا۔ حضرت قاری صاحب نے نہایت فراخدلی اور شفقت کے ساتھ مجھے اپنے سلسلہ میں داخل کر لیا۔ عصر کی نماز کے بعد کا وقت مقرر ہوا اور جن دنوں اس وقت حاضری ممکن نہ ہوتی تو مغرب کے بعد مشق ہوتی۔ پوری تفصیل تو یاد نہیں۔ ہاں اتنا یاد ہے کہ چند رکوع مشق کیے اور جناب قاری مقبول الٰہی صاحب کی معیت میں غالباً دو مرتبہ

مقدمۃ الجزریؒ اور ایک بار علامہ سلیمان جمزوری کا رسالہ تحفۃ الاطفال بھی البتہ حدر میں سنانے کا اتفاق نہیں ہوا تا آنکہ اپریل ۱۹۴۲ء میں میری ا کی مشغولیت ختم ہوگئیں اور میں امرتسر چلا گیا۔

حسن سلوک اور ملاطفت

تعلیم کے زمانہ میں حضرت قاری صاحبؒ کا برتاؤ میرے ساتھ ہمیشہ ایس جیسا کہ اپنے برابر والوں کے ساتھ ہوتا ہے حتیٰ کہ تخاطب کے وقت بھی اس احساس کو پیش نظر رکھا اور کبھی بھی مجھے اس طرح مخاطب نہیں کیا جس طرح شاگردوں کو کیا جاتا ہے۔ باوجودیکہ میں بلحاظ عمر بھی برابر والوں جیسے تخاطب مستحق نہ تھا اور اس سے بھی بڑھ کر یہ کہ اپنے رخصت کے ایام میں مجھے بار اپنی جگہ پر کام کرنے کا موقعہ عنایت فرمایا اور پھر ان دنوں کا مشاہرہ بھی د بہرحال میں اپریل ۴۳ء کو امرتسر چلا گیا اور حضرت قاری صاحبؒ کی عقید و محبت ساتھ لے کر چلا گیا۔ چنانچہ اس کے بعد بھی جب کبھی مجھے لاہور آنے اتفاق ہوتا تو حضرت قاری صاحب کی خدمت میں ضرور حاضر ہوتا اور قاری کو بھی مجھ سے کچھ ایسا انس ہو گیا تھا کہ میرے آنے سے بہت خوش ہوتے قرآن مجید سنانے کی فرماتے کرتے اور سن کر خوشی کا اظہار فرماتے۔ حتیٰ کہ ۱۹۴۵ء میں میں مدرسہ عالیہ فرقانیہ لکھنؤ سے قرارت عشرہ کی تکمیل کر واپس امرتسر پہنچا تو حضرت قاری صاحبؒ نے مجھے اپنے ساتھ مسجد چینیاں میں بحیثیت استاذ تجوید رکھنے کا ارادہ ظاہر فرمایا بلکہ میرے قیام لکھنؤ کے ز میں بھی جب حضرت قاری صاحبؒ جناب مولانا نور الٰہی صاحب عرف

ہوزی کی معیت میں اپنے مدرسہ تجوید القرآن واقع مسجد چینیانوالی کے لیے استاذِ
ید کی تلاش میں لکھنؤ تشریف لے گئے تو وہ زمانہ کوئی ایسا نہ تھا کہ لکھنؤ کے
ار اپنے بانکے شہر اور مدرسہ عالیہ فرقانیہ کے علمی اور تجدید ماحول کو چھوڑ کر پنجاب
لے آتے اس لیے قاری صاحبؒ نے وہیں یہ خدمت مجھ ہی سے لینے کا فیصلہ
لیا۔ بالآخر میں جب فارغ ہو کر پہنچا تو قاری صاحبؒ کی مساعی جمیلہ کی بدولت
ی قعدہ سنہ ۱۳۶۴ھ مطابق ۲۹ اکتوبر سنہ ۱۹۴۵ء کو بحیثیت استاذِ تجوید مسجد
چینیانوالی میں زیرِ انتظام عمل میں آ گیا اور میں نے کام شروع کر دیا۔ اگرچہ مجھے
ہاں کچھ زیادہ مدت کام کرنے کا موقعہ نہ مل سکا۔ کیونکہ جناب الحاج سیٹھی
محمد یوسف صاحب کی خواہش اور باصرار فرمائش پر جس میں خود حضرت قاری
صاحبؒ کی رضا بھی شامل تھی مجھے فروری ۱۹۴۶ء میں گڑھی شاہو منتقل ہونا
پڑا۔ لیکن تعلقات حضرت قاری صاحبؒ کے ساتھ بحمداللہ جوں کے توں باقی
رہے اور حضرت قاری صاحبؒ بدستور شفقت فرماتے رہے اور غالباً یہ خیال
آپ کے دل میں اس کے بعد بھی رہا کہ میں پھر مسجد چینیانوالی میں اپنی سابق
خدمت پر مامور ہو جاؤں۔ یہی وجہ تھی کہ میں جب اپریل ۱۹۴۷ء میں
گڑھی شاہو سے منتقل ہو کر اسٹریلین مسجد میں آیا تو کچھ مدت تک روزانہ
مسجد چینیانوالی میں آ کر مشق کرایا۔ اور چونکہ اسٹریلین مسجد سے ہر روز وہاں
جانا میرے لیے کوئی آسان کام نہ تھا اس لیے یہ سلسلہ دیر تک قائم نہ رہ سکا۔ اور
یکسو ہو کر اسٹریلین مسجد میں خدمت کرنے لگا حتیٰ کہ جب اگست ۱۹۵۰ء
میں مدرسہ تجوید القرآن واقع کوچہ کندیگراں کی تعلیمی بنیاد مسجد نور میں رکھی

Marfat.com

گئی تو مدرسے کے حالات قدرے تسلی بخش ہوتے ہی حضرت قاری صاحب نے پھر مجھے اپنے ساتھ کام کرنے کی دعوت دے دی۔ مگر اب مسجد اسٹریلیا کا مدرسہ اس سٹیج پر پہنچ چکا تھا کہ اسے چھوڑنا مناسب معلوم نہ ہوا۔ لیکن اگست ۱۹۵۱ء میں مجھے کچھ اپنی خواہش اور کچھ جناب الحاج سیٹھی محمد یوسف صاحب کی فرمائش کی بنا پر کراچی جانا پڑا۔ وہاں مجھ سے سیٹھی صاحب موصوف نے دریافت فرمایا کہ:۔

"مدرسہ عالیہ فرقانیہ لکھنؤ میں کتنے اساتذہ کام کرتے تھے؟"

میں نے جواب دیا کہ:۔

"میرے زمانہ میں تو چونکہ مدرسہ کا انحطاط شروع ہو چکا تھا، اس لیے اس وقت اساتذہ کی تعداد صرف تیس تینتیس تک ہی رہ گئی تھی لیکن میں نے اپنے اساتذہ سے سنا ہے کہ مدرسہ کے شباب کے زمانہ میں اساتذہ کی تعداد پچپن ۵۵ تک پہنچ گئی تھی"

سیٹھی صاحب نے فرمایا کہ:۔

"کراچی میں ایسا مدرسہ قائم کرو کہ ہمیں اس میں ۶۰ مدرس رکھنے پڑ جائیں"

بہر حال کراچی میں قیام مدرسہ کی کوشش ہوتی رہی مگر تقدیر الٰہی میں دو وقت کراچی میں قیام مدرسہ کے لیے طے نہ پایا تھا۔ اس لیے کوئی مناسب اور موزوں جگہ نہ مل سکی۔ ادھر حضرت قاری صاحبؒ کے خطوط میرے پاس کراچی پہنچنے شروع ہو گئے کہ تم لاہور چلے آؤ اور مدرسہ تجوید القرآن کو جا

کندیگراں میں شعبہ تجوید کی خدمت انجام دو، لیکن میں کراچی میں قیام مدرسہ کی خواہش کی وجہ سے لاہور واپس آنے کو پسند نہ کرتا تھا۔ حضرت قاری عبدالمالک صاحب رحمۃ اللہ علیہ ان دنوں دارالعلوم اشرف آباد ٹنڈو اللہ یار سندھ میں شعبۂ تجوید و قراءت کے صدر مدرس کی حیثیت سے تشریف فرما تھے۔ میری خواہش یہ تھی کہ حضرت قاری صاحبؒ بھی کراچی ہی میں تشریف لے آئیں تو میں استفادہ بھی کر دں لیکن ادھر حضرت قاری فضل کریم صاحب نے مجھے لاہور بلانے کے لیے اپنی کوشش کو آخری شکل اس طرح دی کہ جناب قاری مقبول الٰہی صاحب کو کراچی بھیج دیا۔ وہ وہاں ہر روز مجھ سے کئی کئی بار ملاقات کرنے اور لاہور چلنے کی ترغیب دیتے۔ ادھر یہ ہوا کہ محترم جناب سیٹھی محمد یوسف صاحب پنجاب کے دورہ پر روانہ ہو گئے۔ چونکہ سیٹھی صاحب کراچی میں موجود نہ تھے اور مدرسہ کے لیے کوئی موزوں جگہ بھی نہ مل سکی تھی اس لیے قاری مقبول الٰہی صاحب کی ترغیب نتیجہ خیز ثابت ہوئی اور میں نے ۱۸ر جنوری ۵۲ء کو لاہور کے لیے کراچی چھوڑ دی۔ ۲۰ کو جب حضرت قاری فضل کریم صاحب سے مسجد نور واقع کوچہ کندیگراں میں ملا تو بہت ہی مسرور ہوئے اور یوں محسوس ہوا کہ جیسے وہ اپنے کسی اعلیٰ مقصد میں کامیاب ہو گئے ہوں۔ الغرض ۲۳ر جنوری کو مدرسہ تجوید القرآن کے شعبہ کا حضرت الاستاذ جناب قاری کریم بخش صاحب شاہ جہان پوری ثم امرتسری ثم لاہوری رحمۃ اللہ علیہ کی صدارت میں باقاعدہ افتتاح ہوا اور اس ناچیز کو اس شعبے کا صدر مدرس مقرر کیا گیا۔ ۲۳ جنوری ۵۲ء سے ۱۶ر مارچ ۶۲ء تک میں

Marfat.com

اس شعبہ سے متعلق رہا۔ دس برس سے زیادہ عرصہ تک مجھے حضرت قاری فضل کریم صاحب کے ساتھ قرآن مجید کی ٹوٹی پھوٹی خدمت کرنے کا موقع ملا۔ اگر بات صرف میری ذات تک ہی محدود ہوتی تو شاید اتنا طویل عرصہ تک میں اس مسند پر فائز نہ رہ سکتا۔ کیونکہ سستی کاہلی اور نااہلی یہ چیزیں ایسی تھیں کہ ان کے ہوتے ہوئے، کوئی معیاری درس گاہ کسی مدرس کو گوارہ نہیں کر سکتی خصوصاً حضرت قاری عبدالمالک صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے لاہور میں تشریف لے آنے کے بعد تو قاریوں کی کمی بھی نہ رہی تھی۔ لیکن حضرت قاری صاحب کے اخلاق کریمانہ اور غایت درجہ کے شفقت و ملاطفت کا ہی یہ نتیجہ تھا کہ ان سب کمزوریوں کے باوجود مجھے اتنی بڑی درس گاہ میں خدمت کا موقع ملتا رہا اور یہی نہیں۔ جہاں تک یاد پڑتا ہے قمری حساب کے اعتبار سے تقریباً ساڑھے دس سال کے اس عرصہ میں قاری صاحبؒ نے کبھی بھی میری کسی کمزوری کا ذکر نہیں فرمایا۔ یہ ایک حقیقت اور واقعہ ہے کہ اگر قاری صاحب کے دل میں مجھ سے شفقت اور خیر خواہی کا جذبہ موجود نہ ہوتا تو نہ معلوم وہ اس دس میں کتنے مدرس بدل ڈالتے اور مجھے اس کا اعتراف کرنا چاہیے کہ اس وقت ٹوٹی پھوٹی خدمت کی توفیق جو کچھ بھی مجھے میسر ہے وہ حضرت قاری صاحبؒ کی میرے ساتھ مودت ملاطفت کا نتیجہ ہی ہے۔ باوجودیکہ مدرسہ کی طرف سے قرارت سبعہ پڑھانے کا مطالبہ نہ تھا۔ لیکن اس پر بھی میں نے اپنے فائدہ اور اپنے مطالعہ کے پیش نظر ہی پڑھانا شروع کر دیا اور فن کی خاص کتاب شاطبیہ کوئی آسان کتاب نہیں تھی کہ میں معمولی سے مطالعہ کے بعد اسے

پڑھانے کے قابل ہو جاتا۔ اس لیے جب میں نے پہلی مرتبہ وہ کتاب مدرسہ تجوید القرآن میں پڑھائی تو یاد پڑتا ہے کہ مدرسہ کے اوقات میں حضرت قاری فتح محمد صاحب کی لکھی ہوئی طویل شرح تین تین بار سنتا تھا۔ جس پر ایک ایک گھنٹہ اور کبھی کبھی ڈیڑھ ڈیڑھ گھنٹہ بھی صرف ہو جاتا تھا۔ لیکن قاری صاحب نے برا تو کیا منایا ہوگا بلکہ وہ اس سے خوش ہی ہوتے تھے۔ اور باوجودیکہ مدرسہ کے بعض ممتاز اراکین کی رائے یہ تھی کہ اس مدرسہ میں قراءتِ سبعہ کی تعلیم نہیں ہونی چاہیے اور جنہیں روایتِ حفص کے بعد قراءت کی مزید تعلیم حاصل کرنا ہو۔ انہیں حضرت قاری عبدالمالک صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے پاس جانا چاہیے۔ یہ رائے اس اعتبار سے تو نہایت درست اور بالکل صحیح تھی کہ اہل ترین شخصیت کے ہوتے ہوئے اور پھر وہ بھی اسی شہر میں۔ نااہلوں سے علم حاصل نہیں کرنا چاہیے۔ لیکن حضرت قاری صاحب کے پیشِ نظر یہ تھا کہ اگر چھوٹوں سے بڑوں کی موجودگی میں یہ کام نہ لیا گیا تو پھر بعد میں ان پر کون اعتماد کرے گا اور یہ سلسلہ جاری کیسے رہ سکے گا۔

العرض مجھے حضرت قاری عبدالمالک صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی حیات میں کئی بار مدرسہ تجوید القرآن کے قیام کے زمانہ میں "شاطبیہ" بلکہ "درّہ" اور طیبہ بھی پڑھانے کا موقع ملا اور یہ سب کچھ حضرت قاری صاحبؒ کی فراخ دلی اور بلند حوصلگی ہی کا نتیجہ تھا۔ رحمہ اللہ علیہ رحمۃ واسعۃ۔

جیسا کہ میں مضمون کے شروع میں لکھ چکا ہوں کہ مجھے جب شروع

شروع میں باقاعدہ طور پر علم تجوید کی تحصیل کا شوق پیدا ہوا تو میں نے سب سے پہلے حضرت قاری صاحبؒ ہی کو اپنا استاد بنایا لیکن اس کے باوجود دس ساڑھے دس سال تدریسی مدت میں انہوں نے ایک مرتبہ بھی یہ بات ظاہر نہیں کی اور اس تعلق کا کبھی ذکر تک نہیں کیا۔ بلکہ ہمیشہ وہ میرے کام کی حوصلہ افزائی ہی فرماتے رہے۔ اور برابر والوں کا سا سلوک کرتے رہے بلکہ اس سے بھی بڑھ کر یہ کہ اگر مدرسہ کے بارے میں کوئی مشورہ کرنا ہوتا، تو اکثر و بیشتر خود میرے کمرے ہی میں تشریف لاتے اور وہیں مشورہ فرماتے

طلباء کے ساتھ ملاطفت اور حسنِ سلوک

اللہ تعالیٰ نے حضرت قاری صاحبؒ کو بعض خصوصیات کچھ ایسی عطا فرمائی تھیں جن سے اس دور کے بہت سے اساتذہ عموماً خالی نظر آتے ہیں۔ انہیں میں سے طلباء کے ساتھ آپ کا وہ برتاؤ بھی ہے جس نے طلباء کو ان کا گرویدہ بنادیا تھا اور جس کی وجہ سے مدرسہ تجوید القرآن جلد ہی حفظ و قراءت کا ایک مرکز بن گیا تھا اور طلباء یہاں آکر علم حاصل کرنے میں راحت محسوس کرتے تھے، عموماً طلباء کے ساتھ خندہ پیشانی سے پیش آتے۔ ان کی آرام و راحت کا ہر ممکن خیال رکھتے تھے۔ ان کی چھوٹی چھوٹی لغزشوں سے اغماض فرماتے۔ اگر کسی وجہ سے کسی طالب علم سے کبھی ناراض ہوجاتے تو غصہ کی کیفیت جلد ہی زائل ہوجاتی۔ بلکہ بعض دفعہ تو ایسا بھی ہوتا تھا کہ خود اس طالب علم کو بلاکر مشفقانہ لہجے میں نصیحت فرماتے، اور اس طرح گویا اس طالب علم سے خود ہی صلح کرلیتے۔ طلبا سے کچھ کھانے

Marfat.com

لینے اور ان کی چیزوں پر نظر رکھنے کی بجائے حضرت قاری صاحب انہیں اپنے پاس سے کھلاتے اور حیثیت کے مطابق ان پر داد و دہش کرنے کے عادی تھے۔ آپ جہاں مسافر اور نادار طلباء کی تعلیم اور ان کی ضروریات کے تکفل کا خیال رکھتے تھے وہاں شہری اور مقامی طلباء کو بھی پڑھانے کا شوق رکھتے تھے اور مسافر طلباء کی طرح مقامی اور شہری بچے بھی ان کے ساتھ دلی عقیدت رکھتے تھے۔

شاید یہی وجہ ہے کہ جب مدرسہ تجوید القرآن کی موجودہ عمارت کا ارادہ کیا گیا اور غالباً ۷، اکتوبر ۱۹۵۶ء مطابق ۱۲، ربیع الاول ۱۳۷۶ھ کو اس کی بنیاد رکھی گئی تو صرف چھ ماہ کی قلیل مدت میں ایک مختصر سی مسجد، چودہ کمروں ان کے برآمدوں اور دوسرے متعلقات پر مشتمل ایک نہایت مضبوط عمارت تیارہ گئی۔ حضرت قاری صاحب کی طبیعت باوجود اعتقاد و عمل کی پختگی کے ملن سار اور ہمہ گیر واقع ہوئی تھی۔ یہی وجہ ہے کہ مدرسہ تجوید القرآن کی بنیاد رکھتے وقت آپ نے مسلمانوں کے مکاتب ثلاثہ یعنی دیوبندی، اہلِ حدیث اور بریلوی تینوں مکاتبِ فکر کے منقدر اور ممتاز ترین علماء کو اس تقریب میں فرمایا۔ چنانچہ دیوبندی مکتبِ فکر کی طرف سے رأس الاولیاء حضرت مولانا احمد علی صاحب لاہوریؒ کو۔ اہلِ حدیث کی طرف سے حضرت مولانا محمد داؤد صاحب غزنویؒ کو اور بریلوی مکتبِ فکر کی طرف سے حضرت مولانا ابوالحسنات خطیب جامع مسجد وزیر خاں کو شرکت کی دعوت دی اور یہ تینوں حضرات تشریف بھی لائے مگر ہوا یہ کہ

Marfat.com

عین بنیاد رکھنے کے وقت ان تینوں نے شیخ القرار امام المجودین حضرت مولانا قاری عبدالمالک صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو اپنا نمائندہ چن لیا اور اس طرح بنیاد کی پہلی اینٹ حضرت قاری صاحبؒ نے اپنے مبارک ہاتھوں سے رکھی اور ان بزرگوں کا یہ اقدام ایک اعلیٰ فراست کا حامل تھا کہ یہ مدرسہ جب علم کی درسگاہ بننے والا ہے اسی علم کے صدر الصدور کے ہاتھوں سے بنا رکھوائی۔ رحمۃ اللہ علیہم اجمعین۔

ربیبگان کی پرورش

من جملہ حضرت قاری صاحبؒ کے محاسن کے ایک یہ بھی ہے کہ آپ نے اپنی ہر دو ربیبگان کی اس حسنِ سلوک اور مدارات کے ساتھ پرورش فرمائی کہ اس محبت اور شفقت کے ساتھ اپنی حقیقی بچیوں کی پرورش بھی وہی کر سکتا ہے جس کو آخرت میں اللہ تعالیٰ سے کچھ بلکہ بہت کچھ لینے کا خیال ہو۔ نہ جاننے والا یہ کبھی نہیں سمجھ سکتا تھا کہ یہ قاری صاحبؒ کی ربیبہ ہیں۔ عمل کے علاوہ ان کا اعتقاد بھی کچھ ایسا ہی تھا۔ چنانچہ فرمایا کرتے تھے کہ:

"مجھے جو کچھ مل رہا ہے۔ ان یتیموں ہی کی وجہ سے مل رہا ہے"

اور مجھے تو یوں خیال ہوتا ہے کہ حضرت قاری صاحب اس خدمت کی بدولت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس پاک ارشاد کے مستحق بن گئے تھے:

مَنْ عَالَ جَارِیَتَیْنِ حَتّٰی تَبْلُغَا جَاءَ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ اَنَا وَ ھُوَ ھٰکَذَا وَ ضَمَّ اَصَابِعَہٗ۔

Marfat.com

یعنی جس شخص نے دو بچیوں کی پرورش کی تا آنکہ وہ سن بلوغ کو پہنچ گئیں تو میں اور وہ قیامت کے دن اس طرح اکھٹے آئیں گے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اکھٹے آنے کی کیفیت اپنی مبارک انگلیاں ملا کر سمجھائی۔

باوجودیکہ آپ کی بڑی صاحبزادی تقریباً دائم المرض تھی اور اس کے علاوہ بعض دوسرے مرضات سے بھی اس بیچاری کو دوچار ہونا پڑا۔ لیکن علاج معالجہ اور دوسرے خدمات کے وقت یہ کبھی ظاہر نہ ہوتا تھا کہ یہ آپ کی ربیبہ ہے۔

این سعادت بزورِ بازو نیست
تانہ بخشد خدائے بخشندہ

طلباء پر کنٹرول

باوجودیکہ حضرت قاری صاحبؒ ظاہری بصارت سے موصوف نہیں تھے۔ لیکن پھر بھی طالب علموں پر ان کا کچھ ایسا رعب سا چھایا رہتا تھا کہ کیا مجال کہ حضرت قاری صاحبؒ درس گاہ میں موجود ہوں اور کوئی طالب علم دوسرے سے آواز سے بات بھی کرلے۔ بلکہ اکثر ایسا دیکھا گیا کہ طالب علم شور کر رہے ہیں اور حضرت قاری صاحبؒ کو دور سے آتے دیکھ کر ان پر کچھ ایسا سناٹا طاری ہوگیا کہ گویا ان کے منہ میں زبان ہی نہیں اور ان کی جماعت پر کچھ ایسی سنجیدگی اور متانت چھاگئی۔ گویا کہ وہ بچے ہی نہیں ہیں۔ مسجد چینیانوالی اور مدرسہ تجوید القرآن کے ابتدائی دور میں تو یہ کیفیت بہت ہی نمایاں تھی، مگر بعد جب تلامذہ کا حلقہ وسیع ہوگیا اور عمر نے بھی بڑھاپے میں قدم رکھ دیا تو

Marfat.com

یہ کیفیت کسی حد تک ملاطفت اور شفقت کے ساتھ بدل گئی بلکہ اب تو بعض
بڑے طلبار کے ساتھ کچھ بے تکلفی بھی فرمالیا کرتے تھے مگر اس حد تک نہیں
اس سے تعلیم و انتظام کا کام متاثر ہو۔

حسنِ تدریس

ایک بہت ہی اعلیٰ اور مبارک وصف اللہ تعالیٰ نے محض اپنے فضل و
سے حضرت قاری صاحبؒ کو یہ عطا فرمایا تھا کہ ان کی خواہش ہوتی تھی کہ
شاگرد بالکل اسی طرح کے بن جائیں اور بالکل اسی طرح پڑھنے لگیں جس ط
کہ میں پڑھتا ہوں۔ اس لیے وہ پڑھاتے وقت صحتِ لفظی اور عملی تجوید کا پو
پورا خیال فرماتے اور طلبار کو عملاً تجوید کے موافق پڑھنے کی بڑی سختی کے
ہدایت فرماتے اور ایک ایک لفظ پر نگاہ رکھتے اور روک ٹوک فرماتے خ
جوانی کے زمانہ میں تو یہ صفت بہت ہی اجاگر تھی۔ میں بغیر کسی تصنع اور بنا
کے عرض کرتا ہوں کہ حضرت قاری صاحب کے اس وقت کے شاگرد آج کل
بہت سے عام قاریوں سے بھی اچھا پڑھتے ہیں۔ چنانچہ ۱۹۴۶ء میں جب
قاری محمد شاہد صاحب لکھنوی لاہور تشریف لائے اور احقر سے مسجد
چینیانوالی میں ان کی ملاقات ہوئی تو حضرت قاری صاحبؒ کے شاگرد د
سن کر بہت ہی مسرور ہوئے اور حسنِ تدریس پر اپنا تاثر ان الفاظ میں بی
فرمایا کہ:۔

"صحتِ لفظی کا اس قدر خیال تو ہمارے مدرسہ عالیہ فرقانیہ
کے اساتذہ بھی نہیں رکھتے"

Marfat.com

بزرگوں اور اساتذہ کا احترام

حضرت قاری صاحب کے اندر جہاں اور بہت سی خوبیاں تھیں وہاں ایک بہت بڑی خوبی یہ بھی تھی کہ آپ اپنے بزرگوں اور اساتذہ کا حد درجہ احترام فرماتے تھے۔ حضرت قاری کریم بخش صاحبؒ بلحاظ عمر حضرت قاری صاحبؒ سے کوئی اتنے زیادہ بڑے نہیں تھے لیکن بارہا ایسا دیکھا گیا کہ حضرت قاری کریم بخش صاحبؒ آپ کو مدرسہ تجوید القرآن میں شاگردوں کے سامنے ڈانٹ رہے ہیں اور وہ تسلیم و رضا کا پیکر بنے سامنے اس طرح کھڑے ہیں جیسے کوئی چھوٹا بچہ ہو اور اُف تک نہیں کرتے حالانکہ یہ وہ زمانہ تھا کہ لاہور میں حضرت قاری صاحبؒ کے تلامذہ اور متوسلین کا حلقہ غالباً استاد سے بھی وسیع ہو گیا تھا شاید اس تواضع ہی کا یہ نتیجہ تھا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت قاری صاحبؒ کے شاگردوں کے دلوں میں اور نہ صرف شاگردوں کے بلکہ مدرسہ کے اراکین اور ان کے مالی معاونین کے دلوں تک میں بھی ان کی عزت پیدا فرما دی تھی اور وہ آپ کا اس طرح احترام کرتے تھے جس طرح چھوٹے اپنے بڑوں کا کیا کرتے ہیں۔

من تواضع للہ رفعہ اللہ ——————

مدرسہ کی ترقی کا خیال

حضرت قاری صاحبؒ کو اس کا بہت خیال رہتا تھا کہ مدرسہ جس معیار پر پہنچ چکا ہے۔ اس میں تنزل نہ ہونے پائے بلکہ ہر لحظہ ترقی کی طرف ہی گامزن رہے۔ یہی وجہ ہے کہ احقر نے جب شعبان ۱۳۸۱ھ میں مدرسہ تجوید القرآن کے چھوڑنے اور ایک الگ مدرسہ بنانے کا فیصلہ کیا اور حضرت

Marfat.com

قاری صاحب کو اس کی اطلاع ہوئی تو آپ کو بہت تشویش ہوئی اور مجھے اس خیال کے ترک کر دینے اور اپنی خدمات مدرسہ تجوید القرآن ہی کے ساتھ وابستہ رکھنے کی بہت ترغیب دی اور دوسروں سے بھی کہلوایا۔ لیکن حالات کچھ ایسے تھے کہ میرا اب مدرسہ کے ساتھ منسلک رہنا مشکل تھا اور مشکلات تھیں بھی کچھ اس قسم کی کہ ان کا تدارک حضرت قاری صاحبؒ کے امکان میں نہیں تھا۔ لیکن اس کے باوجود آپ کا اصرار یہی تھا کہ جیسے کیسے بھی ہو۔ میں مدرسہ تجوید القرآن ہی کے ساتھ منسلک رہوں۔ حتٰی کہ میرے ماڈل ٹاؤن چلے آنے کے بعد بھی ان کا یہی اصرار رہا کہ میں واپس چلا آؤں اور آپ کی اس خواہش اور بااصرار فرمائش کی بنا پر میں نے بھی کئی بار واپس چلے جانے کا ارادہ کر لیا لیکن قدرت کو چونکہ ماڈل ٹاؤن کے مدرسہ کا قیام منظور تھا اس لیے میں حضرت قاری صاحبؒ کی خواہش اور اپنے ارادہ کے باوجود واپس نہ جا سکا۔ مگر حضرت قاری صاحبؒ کو باوجودیکہ اس کا حد درجہ افسوس تھا لیکن اس پر بھی وہ مجھ سے ناراض نہیں ہوئے۔ چنانچہ گاہے بگاہے وہ ماڈل ٹاؤن تشریف بھی لاتے رہے۔ بلکہ دار القرار کے سالانہ امتحان کے لیے بھی آپ ہی تشریف لاتے رہے حتٰی کہ بیماری کے پہلے سال بھی باوجود حد درجہ کی نقاہت کے میری خواہش اور درخواست پر آپ امتحان کے لیے تشریف لائے اور اس وقت آپ پر کچھ ایسی کیفیت طاری ہوئی کہ خوشی کا اظہار کچھ زیادہ ہی فرمایا۔ الفاظ تو یاد نہیں رہے۔ البتہ مفہوم یہ تھا کہ:۔

"اللہ کا شکر ہے کہ اس علاقہ میں بھی تجوید کا مرکز قائم ہو گیا ہے۔"

Marfat.com

چنانچہ اس روز مجھے بھی اطمینان ہوا اور میں نے سمجھا کہ میرے ماڈل ٹاؤن چلے آنے کی وجہ سے آپ کو جو افسوس تھا وہ بحمد اللہ اب جاتا رہا ہے۔

قرآن مجید سننے کا شوق

حضرت قاری صاحبؒ کو قرآن مجید سننے کا بے حد شوق تھا۔ خصوصاً جب سے آپ کو قراءِ مصر کی قاہرہ ریڈیو سے مسلسل تلاوتوں کا علم ہوا۔ اس وقت سے تو اس شوق نے عشق کی کیفیت اختیار کر لی تھی۔ چنانچہ شام کے چار بجے سے رات کے گیارہ بجے تک کے اوقات میں باستثناءِ اوقاتِ نماز کے شاید ہی کوئی تلاوت ایسی ہوتی ہو جسے آپ سن نہ پاتے ہوں ورنہ اس وقفہ میں قاہرہ سے جن جن اوقات میں تلاوت نشر ہوتی تھی نہ صرف وہ اوقات بلکہ ریڈیو کے بکس میں ان تلاوتوں کے سننے کی جگہیں بھی آپ کو کچھ اس طرح ازبر ہو گئیں تھیں جس طرح لوگوں کو اپنے گلی کوچہ اور مکان کا محل وقوع یاد ہوتا ہے۔ ادھر کسی تلاوت کا وقت ہوا، اُدھر بٹن دبایا۔ بس فوراً تلاوت کی آواز آنی شروع ہو گئی۔ اولاً تو ریڈیو کے دوسرے پروگراموں سے آپ کو کوئی دلچسپی ہی نہیں تھی۔ لیکن اگر کبھی کبھار خبروں کی یا کسی دوسرے اور مفید پروگرام کی سماعت فرماتے بھی تو یہ گوارا نہ ہوتا کہ قاہرہ ریڈیو سے تو تلاوت ہو رہی ہو اور آپ کسی دوسرے پروگرام کے سننے میں مشغول ہوں۔ اس لیے تلاوت کا وقت شروع ہوتے ہی اس پروگرام کو چھوڑ کر تلاوت کے اسٹیشن کا بٹن دبا دیتے۔ اور ہمہ تن گوش ہو کر قرآن مجید سننے میں مشغول ہو جاتے۔ رحمۃ اللہ علیہ

Marfat.com

خدمتِ دین کا جذبہ

اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے جہاں حضرت قاری صاحبؒ سے جوانی کی ابتداء سے
عمر کے آخری حصہ تک اپنے کلام مجید کی نیابت ٹھوس اور وقیع خدمت
لی۔ وہاں آپ کے دل میں یہ خواہش بھی پیدا فرمادی کہ میرا بچہ بھی اپنی زندگی
دین ہی کی خدمت میں صرف کرے۔ چنانچہ اسی مقصد کے پیشِ نظر پہلے
اس کو قرآن مجید حفظ کرایا اور پھر علوم عربیہ کی تحصیل میں مشغول کردیا
لیکن جب یہ دیکھا کہ لاہور میں اس کے تعلیم کے مکمل ہونے میں کچھ دشواریاں
پیش آرہی ہیں تو باوجودیکہ ایک ہی صاحبزادہ تھا مگر اس پر بھی تحصیلِ علم
کے لیے دوسرے شہروں میں بھیج دیا لیکن جب وہ بعض وجوہ کی بنا پر وہاں
نہ ٹھہر سکا تو واپس لاہور بلالیا اور مدرسہ تجوید القرآن میں روایتِ حفصؒ
اور عربی کی ابتدائی تعلیم دلائی تاکہ اگر یہ پورا عالم نہ بن سکے تو قرآن کے الفاظ
کی خدمت کرنے کے قابل تو ہو ہی جائے۔ اور یہ جذبہ صرف اپنے ہی بچے
تک محدود نہیں تھا بلکہ آپ اپنے بعض دوسرے ہونہار شاگردوں کے بارے
میں بھی اس قسم کی خواہش رکھتے تھے۔ چنانچہ آپ نے ان بچوں کے والدین
سے یہ وعدہ بھی لے لیا اور پھر اس لائن پر ڈال بھی دیا اور اس سے زیادہ آپ
کے بس میں اور تھا بھی کچھ نہیں۔ جزاہ اللہ احسن الجزاء فی
البرازخ فی یوم الجزاء۔

بیماری اور وفات

چونکہ اختصار پیشِ نظر ہے اور میری معلومات کی حد تک چیدہ چیدہ

حالات تقریباً بیان بھی ہو چکے ہیں۔ اس لیے اب میں زندگی کے آخری حصہ کے متعلق کچھ عرض کرتا ہوں۔ اگرچہ زندگی کے اس شعبہ سے متعلق میری نسبت اہلِ خانہ اور مدرسہ تجوید القرآن کے مہتم جناب حافظ قاری محمد رفیع صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ زیادہ معلومات رکھتے ہیں کیونکہ میں ان دنوں ماڈل ٹاؤن میں تھا کبھی کبھار ہی حاضری کا شرف نصیب ہوتا تھا۔ آپ تقریباً ساڑھے تین برس بیمار رہے۔ غالباً ذی القعدہ ۸۹ھ میں بیمار ہوئے اور ربیع الثانی ۹۰ھ میں اپنے مالک حقیقی سے جا ملے۔ انا للہ و انا الیہ راجعون

اس اکتالیس ماہ کے طویل عرصہ میں گو ایک آدھ بار اس قسم کا افاقہ بھی ہوا جیسے بیماری چلی گئی ہو۔ اور ان ایام میں آپ نے تدریس کا کچھ تھوڑا بہت کام بھی کیا۔ لیکن چند ہی یوم کے بعد بیماری پھر عود کر آئی اور صحت عارضی ثابت ہوئی۔ اس طویل مدت میں اللہ ہی کو معلوم ہے کہ مریض کو کتنی اور کس کس قسم کی تکلیف رہی ہو گی۔ لیکن دیکھنے والوں کی شہادت یہ ہوتی تھی کہ قاری صاحبؒ کی طبیعت تو اگرچہ حد درجہ کمزور رہے لیکن چہرے پر انبساط و طمانیت کے آثار نمایاں ہیں۔ چنانچہ میں نے جب بھی جناب قاری محمد رفیع صاحب سے آپ کی صحت کے بارے میں دریافت کیا تو انہوں نے کمزوری اور بیماری کے ساتھ اس انبساط اور چہرے کی اس رونق کا ذکر بھی ہمیشہ کیا جس کا مطلب یہی ہے کہ باوجود تکلیف کے دل حمد و شکر اور تسلیم و رضا کی کیفیت سے معمور تھا ورنہ دل اگر مطمئن نہ ہو اور وہ قلبِ سلیم کا مصداق نہ بن گیا ہو تو چہرے پر انبساط کے آثار نمایاں ہو ہی نہیں سکتے۔

چنانچہ انتقال کے کوئی تین ماہ پہلے مجھے جب آخری بار مدرسہ تجوید القرآن کے مہتمم اور سلطان فونڈری کے حافظ محمد اشرف صاحب کی معیت میں حاضری کا موقع ملا تو اس وقت بھی ایسا محسوس ہوتا تھا کہ آپ کا دل مطمئن ہے چنانچہ مجھ سے قرآن مجید سننے کی فرمائش کی۔ میں نے سورۂ کہف کی آخری تین آیات تدویر میں مختصر آواز کے ساتھ پڑھ کر سنائیں۔ سن کر خوش ہوئے اور کچھ باتیں بھی کہیں جو مدرسہ تجوید القرآن اور مدرسہ دارالقرا۔ کی تعلیمی کیفیت امتحانات کے نتائج اور میری صحت سے متعلق تھیں مگر چونکہ زبان میں لکنت بہت تھی۔ میں نہ سمجھ سکا۔ اس لیے حافظ محمد رفیع صاحب نے آپ کا مدعا بیان کیا اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ سوا تین سال بیمار رہنے کے بعد بھی قرآن کی اشاعت اور قرآنی مدرسوں کی ترقی جیسے دینی امور سے دلچسپی باقی تھی۔ ورنہ اتنی لمبی بیماری میں تو آدمی اللہ رحم کرے اپنے بیوی بچوں بلکہ خود اپنے آپ سے بھی تنگ آجاتا ہے۔ ایسی حالت میں مدرسوں کی تعلیمی کیفیت اور نتائج کے بارے میں استفسارات کرنے کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

وفات

بہر حال یہ میری آخری ملاقات تھی۔ اس کے بعد حالات تو معلوم ہوتے رہے لیکن حاضری کا اتفاق نہ ہو سکا تا آنکہ ۲۳ جون کو بعد نماز ظہر مجھے قاری سعید احمد صاحب مدرس مدرسہ تجوید القرآن نے ماڈل ٹاؤن آکر اس سانحہ کا اطلاع دی کہ حضرت قاری صاحبؒ کا انتقال ہو گیا ہے۔ سنتے ہی تھوڑی دیر کے لیے ایک دم سکتہ سا طاری ہو گیا۔ انا للہ و انا الیہ

Marfat.com

راجعون۔ پھر دریافت کرنے پر بتایا کہ جنازہ بعد نماز مغرب ہو گا اور چیا موسلے کے قبرستان ہی میں دفن کیے جائیں گے۔ جنازہ میں شرکت کی توفیق نصیب ہوئی۔ نماز جنازہ بموجب وصیت مدرسہ تجوید القرآن کے مہتمم جناب حافظ قاری محمد رفیع صاحب نے پڑھائی باوجودیکہ موسم سخت گرمی کا تھا اور چیا موسلے کی آبادی بھی ایک دیہاتی قسم کی آبادی ہے اور وقت بھی رات کا تھا لیکن اس پر بھی قرآن کے اس سچے خادم کی نماز جنازہ میں شرکت کرنے کے لیے نہ صرف لاہور کے دور دراز محلوں کے بلکہ بعض دوسرے شہروں سے بھی قرآن سے محبت رکھنے والے حضرات تشریف لائے۔ تجہیز وتکفین کے بعد جب آپ کا جنازہ زیارت کے لیے مکان سے باہر رکھا گیا تو دیکھنے والوں کا تاثر عجیب تھا۔ چنانچہ میں نے بعض لوگوں کو یہاں تک کہتے سنا کہ خدمت قبول ہو گئی اور دیکھنے والوں کی شہادت کے بموجب یوں محسوس ہو رہا تھا گویا آپ مسکرا رہے ہیں۔ اور چہرے پر اطمینان وکامیابی کے آثار نمایاں ہوں۔ نہ معلوم اس وقت کتنوں کے دلوں میں یہ خیال پیدا ہوا ہو گا کہ کاش کہ یہ جنازہ میرا ہوتا۔ الغرض قرآن کا یہ سچا خادم اس دنیا سے کامیاب وکامران گیا اور فضل کریم پر کریم کا فضل ہو گیا۔

واٰخر دعوٰنا ان الحمد للہ ربّ العٰلمین

وصلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقہٖ محمد واٰلہٖ واصحابہٖ اجمعین۔ اٰمین ثم اٰمین برحمتک یا ارحم الراحمین

قاری صاحبؒ کے چند تلامذہ

- حافظ قاری مقبول الٰہی صاحب حال مقیم امریکہ
- حافظ قاری زید مقبول ایم۔بی۔بی۔ایس (فائنل) کے۔ای میڈیکل کالج لاہور
- سلیم تابانی ریڈیو پاکستان لاہور
- مولانا سید ابوبکر غزنوی صدر شعبۂ اسلامیات انجینئرنگ یونیورسٹی لاہور
- شجاع الدین ٹیسٹ کریکٹر معہد القرآن مانسہرہ
- حضرت مولانا قاضی عبدالحی چن پیر صاحب نے بھی استفادہ کیا۔
- حافظ قاری محمد امیر صاحب نے بھی استفادہ کیا۔
- حافظ قاری آفتاب احمد چارٹرڈ اکاؤنٹنٹ (گلاسکو یونیورسٹی) یو۔ایس ایڈ گلبرگ لاہور
- ڈاکٹر حافظ قاری محمد شفیق ایم۔بی۔بی۔ایس (سعودی عرب)
- ڈاکٹر حافظ قاری محمد یونس ایم بی بی۔ایس (امریکہ)
- حافظ قاری غلام مرتضیٰ صاحب ایم ایس سی (پنجاب) پی۔ایچ۔ڈی (لنڈن) اسلام آباد
- حافظ قاری محمد حفیظ صاحب۔ حافظ جی لوہے والے۔ بیڈن روڈ۔ لاہور
- حافظ قاری محمد مشتاق صاحب۔ اعظم کلاتھ مارکیٹ لاہور

○ حافظ قاری حامد حسن
○ حافظ قاری نذیر عطار
○ مولانا حافظ احسان الٰہی ظہیر ایم اے۔ایم اواہل فاضل مدینہ یونیورسٹی
○ قاری شمس الدین صاحب ہزاروی۔
○ حافظ قاری عبدالمجید صاحب ایبٹ آبادی مدرس حال (سعودی عرب)
○ حافظ قاری خلیل الرحمٰن صاحب منظفر آبادی مدرس حال (سعودی عرب)
○ حافظ قاری مسافر جان صاحب مدرس مدرسہ تجوید القرآن موتی بازار لاہور
○ حافظ قاری غلام محمد کیمبل پوری مدرس (گجرات)
○ حافظ قاری محمد سعید صاحب مدرس مدرسہ تجوید القرآن موتی بازار لاہور
○ حافظ قاری فیوض الرحمٰن ایم اے صدر شعبہ اسلامیات گورنمنٹ کالج ایبٹ آباد
○ حافظ قاری عبدالحمید صاحب مدرس مدرسہ تجوید القرآن۔حویلیاں۔
○ حافظ قاری عبدالمجید بن حاجی محمد سعید صاحب انارکلی لاہور
○ حافظ قاری اشفاق الٰہی صاحب لاہور
○ حافظ قاری محمد اکبر شاہ منظفر آبادی مدرس (سعودی عرب)
○ حافظ قاری قاضی بشیر احمد صاحب مدرس (سعودی عرب)
○ حافظ قاری حاجی محمد نذیر صاحب مدرس مکی مسجد لاہور
○ حافظ قاری محمد اشرف صاحب سلطان فونڈری بادامی باغ لاہور
○ حافظ قاری محمد افضل صاحب چوک داگراں لاہور
○ حافظ قاری محمد تنویر صاحب داماد حضرت قاری صاحبؒ اعظم کلاتھ مارکیٹ لاہور

Marfat.com

- حافظ قاری محمد عمر صاحب ہزاروی صدر مدرس مدرسہ انوار الاسلام کھیال ایبٹ آباد
- حافظ قاری عبید اللہ صاحب سواتی
- حافظ قاری شمشاد صاحب رائیس ڈیلر مرید کے منڈی
- حافظ قاری محمد اسلم بھٹی بٹن والے
- حافظ قاری محمد یوسف صاحب جیا موسے
- حافظ قاری شیخ افضال صاحب۔
- حافظ قاری محمد اقبال صاحب صدر شعبہ تجوید والقرات راجہ بازار راولپنڈی
- قاری عبد الرشید صاحب مکی مسلم مسجد لاہور
- حافظ قاری محمد عبد الغنی صاحب لاہوری۔

Marfat.com

سوانح

حضرت قاری فضل کریم صاحب سیلم رح

مرتبہ

حافظ قاری فیوض الرحمٰن ایم اے امتیازی (عربی، اسلامیات، اردو، فارسی)
صدر شعبۂ اسلامیات گورنمنٹ کالج ایبٹ آباد ضلع ہزارہ صوبہ سرحد

AL - MASHRIQ PUBLISHERS LAHORE.

Marfat.com